امیر معاویہ پر اعتراضات کے جوابات



تصنیف لطیف

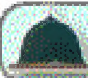
شمس المصنفین، فقیہ الوقت، فیضِ ملت، مفسرِ اعظم پاکستان

حضرت علامہ الحاج الحافظ

مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی

قدس سرہٗ

www.FaizAhmedOwaisi.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

امیر معاویہ پر اعتراضات کے جوابات

مصنف

مفسرِ اعظم پاکستان، فیضِ ملت، آفتابِ اہلِ سنت، امام المناظرین، رئیس المصنفین

حضرت علامہ الحاج الحافظ مفتی محمد فیض احمد اویسی رضوی قدس سرہ

باہتمام

حضرت علامہ مولانا حمزہ علی قادری

ناشر

عطاری پبلشرز مدینۃ المرشد (کراچی)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

امابعد! فقیراویسی غفرلہ نے ''الرفاھیہ فی الناھیہ عن ذم امیر معاویہ'' تصنیف سے پہلے یہ رسالہ ''صرف العنان عن مطاعن معاویہ بن ابی سفیان'' مرتب کرلیا تھا۔ لیکن اس کی اشاعت نہ ہوسکی۔ اس سے قبل ''الرفاھیہ'' تصنیف شائع ہوگئی۔

سوالات وجوابات اکثر ''الرفاھیہ'' سے لئے گئے ہیں، معمولی سا اضافہ کرکے عزیزم حاجی محمد احمد صاحب قادری اویسی کو اشاعت کے لئے سپرد کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے فقیر اور ناشرین کے لئے توشہ راہ آخرت اور قارئین کے لئے مشعل راہ ہدایت بنائے۔



آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

۲۵ ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ

☆☆☆☆☆

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اما م الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ طیبین واصحابہ الطاہرین وامہارہ وازوااجہ وذریاتہ اجمعین

اما بعد! فقیر نے رسالہ "تطہیر الجنان عن مطاعن العمرین وعثمان بن عفان" اختصار کے ساتھ لکھا۔اہل اسلام کے لئے مفید ثابت ہوا۔ارادہ ہوا کہ مطاعن صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو تفصیل سے لکھوں۔چونکہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سے زیادہ مطعون سیدنا امیر معاویہ(ﷺ) ہیں اسی لئے سب سے پہلے ان پر مطاعن کے جوابات عرض کروں۔اس مجموعہ میں وہ تمام مطاعن جو شیعہ اور بعض جاہل سنیوں سے حضرت امیر معاویہ (ﷺ) پر وارد ہوتے ہیں،جمع کر کے ان کے جوابات لکھ کر نام "صرف العنان عن مطاعن معاویہ بن ابی سفیان" تجویز کیا۔وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم

وصلی اللّٰہ علی حبیبہ الکریم الرؤف الرحیم الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱)......صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے فضائل ومناقب قرآن واحادیث میں صراحۃً وارد ہیں ان میں سیدنا امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) بھی شامل ہیں۔

۲)......لاکھوں کروڑوں اولیاء از آدم تا قیامت حضور سرور عالم ﷺ کے ایک صحابی کے مرتبہ سے کم ہیں۔

۳)......امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) حضور ﷺ کے عظیم القدر صحابی اور رشتہ میں سالے اور قریبی رشتہ دار ہیں بلکہ آپ نبی پاک ﷺ کے کاتب وحی ہیں۔

۴)......حضور نبی پاک ﷺ نے اپنے صحابہ کرام پر زبان درازی کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس کے خلاف کرنے والے کو سخت وعیدیں سنائی ہیں۔

۵)......ہر حکومت کا قانون ہوتا ہے کہ عوام پر لازم ہے حکومت کے مخصوص لوگوں کے خلاف کوئی بات نہ کریں۔

۶)......حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) خاندان نبوت کے خاص بلکہ اخص ہیں۔

۷)...... ہر شخص کو اپنا دوست اور لائق رشتہ دار پیارا ہوتا ہے۔ کیا ہمارے حضور ﷺ کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیارے نہیں تھے۔



فضائل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

وہ فضائل وکمالات جو قرآن مجید کی صریح نصوص اور احادیث مبارکہ میں صاف بیان ہوئے ہیں اور مجموعی طور فضائل صحابہ واہلبیت اور حضور سرور عالم ﷺ کے رشتہ داروں کی بزرگی وشرافت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ باوجود ایں ہمہ حضور نبی پاک ﷺ نے بعض نامور شخصیات کے فضائل خصوصیت سے بیان فرمائے ہیں۔ ان شخصیات میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

تفصیلی فضائل کے لئے فقیر کی کتاب ''فضائلِ معاویہ'' کا مطالعہ کریں۔

(۱) عن عبدالرحمن بن ابی عمیرہ وکان من اصحاب رسول اللہ ﷺ عن النبی ﷺ انه قال لمعاویة اللھم اجعله ھادیا مھدیا واھدیه. (ھذا حدیث حسن غریب ،رواہ الترمذی)

یعنی، عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ صحابی، نبی ﷺ سے راوی ہیں کہ سرکار نے (حضرت) معاویہ کے متعلق فرمایا ہے: اللھم اجعله الخ، اے اللہ معاویہ کو ہادی اور ہدایت یافتہ فرما اور ہدایت پر گامزن رکھ۔

(۲) امام احمد کی روایت میں ہے "اللهم علم معاوية الحساب والكتاب واحفظه من العذاب" یعنی اے اللہ معاویہ کو کتاب وحساب کا عالم بنا اور اسے عذاب سے بچا۔

فائدہ

چونکہ صحابی رسول کا گناہ ومعصیت سے محفوظ رہنا اور خلاف مروت کام سے دور رہنا ایک مذہبی عقیدہ ہے اس لئے علماء محدثین نے بالاتفاق الصحابة كلهم عدول صغارهم وكبارهم فرمایا ہے، یعنی طبقات صحابہ میں ہر صحابی عادل اور ثقہ ہے۔ اسی لئے سند حدیث کی جرح اور تعدیل میں صحابہ مستثنیٰ ہیں، رجال سند کے بیان میں تابعی سے ابتدا ہوتی ہے۔ صحابہ اپنی مسلمہ عدالت وثقاہت کی بناء پر نقد وجرح سے خارج ہیں۔ ناقدین حدیث کے سامنے "رجل من اصحاب رسول الله" کہہ دینا ہی کافی ہے۔ ذکر اسماء کی ضرورت نہیں۔ بہرحال قرآن وحدیث نیز اقوال علماء کی روشنی میں یہ خوب واضح ہوگیا کہ ہر صحابہ کرام واجب التعظیم اور صحابہ کرام کی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی واجب التعظیم ہیں ان کی شان میں گستاخی اور ناساز اور ناروا کلمات استعمال کرنا سخت درجہ گناہ ہے اور ایسا کہ بعض ائمہ کرام کے نزدیک اس کی توبہ اگرچہ آخرت کے لئے مفید ہے مگر دنیوی احکام جاری کرنے میں کچھ سودمند نہیں، ایسا شخص بہرحال واجب القتل ہے۔

(شرح الشفاء ومرقات شرح مشکوۃ للعلامة على القاری علیه رحمة الباری)

(۲) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک اسلامی امیر و بادشاہ ہونے کی حیثیت سے قابل احترام ہیں، جب کہ ارشاد الٰہی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (پارہ ۵، سورۃ النساء، ایت ۵۹)

یعنی، اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

(۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات اور اپنے زمانہ حکومت میں دین محمدی ﷺ کی ترویج واشاعت میں سرگرم رہنا آپ کی عظمت کو اور نمایاں کر رہی ہے۔ آپ کی ذات سے اسلامی حدود مملکت میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

(۴) اہلبیت کرام کے ساتھ محبت اور ان کا اعزاز واکرام آپ کے اخلاقِ حسنہ کا ایک نمایاں پہلو ہے۔ اگرچہ اموی اور ہاشمی گھرانے میں آبائی اور خاندانی شکر رنجی چلی آ رہی تھی مگر آپ ہاشمی خاندان کے ہر فرد سے بڑی خنداں پیشانی سے پیش آتے تھے۔ بسا اوقات ہاشمی حضرات میں بعض آپ کو ناخوشگوار کلمات سے یاد کرتے تو آپ تواضع وخاکساری کے ساتھ مسکرا کر ٹال دیتے تھے، کبھی تحکمانہ انداز اور امیرانہ خطاب سے ہاشمی حضرات کو یاد نہ فرمایا۔

ازالۂ وہم

بیعت وخلافت کے سلسلہ میں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو ناخوشگوار حالات پیش آئے اور موقع بموقع طرفین میں تنازع وقوع میں آتے رہے جس کی بناء پر صفین وجمل جیسے حادثے رونما ہو گئے تو اس میں آپ پر شرعاً کوئی مواخذہ نہیں، نہ اس کے باعث آپ پر ملامت کرنا جائز ہو سکتی ہے کیونکہ یہ سب جو کچھ بھی ہوا وہ آپ کی خطاء اجتہادی پر محمول ہے اور خطاء اجتہادی پر مجتہد کی شرعاً گرفت نہیں ہوتی یہ شریعت اسلامیہ کا ایک بہت مشہور ومعروف قانون ہے۔

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کو فخر موجودات سیّد عالم ﷺ کے تبرکات شریفہ میں چادر اقدس، ناخن شریف، قمیص مبارک، ازار شریف اور موئے مبارک حاصل تھے۔ اور آپ کی وصیت کے مطابق چادر مبارک، قمیض مبارک اور ازار شریف میں آپ کو کفن دیا گیا اور ناخن شریف اور موئے مبارک آپ کے اعضاء سجود پر رکھ دیئے گئے۔

درس عبرت

اہل دل ہی سوچ کر جواب دیں کہ جس عاشق صادق کی موت کے وقت یہ تمنا ہے کہ ''قبر میں محبوب کے بال، ناخن ساتھ ہوں تو بیڑا پار ہے۔'' کیا ایسے عاشق کے لئے بدگمانی ہو سکتی ہے کہ وہ محبوب کی آل واعزہ واقارب سے عداوت رکھ سکتا ہے۔

تاریخی افسانے

بہت سے آزاد خیال قسم کے لوگ روافض کے دوش بدوش ہو کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بڑی بیباکی کے ساتھ گستاخانہ جملے استعمال کرتے رہتے ہیں اور کچھ تاریخی کتابوں کے پڑھ سن لینے پر اپنے کو ایک تاریخ داں تصور کرتے ہوئے بیجا بکواس کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنے غیر مہذب اور ناشائستہ حالات کا جائزہ لینا چاہیے کیونکہ ہمیں سو فیصد یقین ہے کہ یہ تاریخی کتابیں محض افسانے ہیں تو حضور ﷺ کے فرمان ''من اذاھم فقد اذانی الخ'' پر عتاب حکم سے خوف کھائیں اس لئے کہ ناروا کلمات کے استعمال سے خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مقدس روح کو جتنا دکھ پہونچ سکتا ہے وہ تو ظاہر ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان کے سیّد وسرکار کائنات ﷺ کو سخت دکھ پہونچے گا جس کا نتیجہ بڑا خطرناک ہوگا۔ ناعاقبت اندیشی سے ایمان خراب کرنا یہ کونسی دور اندیشی ہے۔ اگر واقعی تاریخ وسیر کا مطالعہ تھوڑی دیر کے لئے آپ کو خلجان میں

ڈال دے تو صحیح رہنمائی محض تاریخ بینی سے نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اسلام میں تاریخی کتابوں کی وہی حیثیت ہے جو ہمارے دور میں اخبارات کا حال ہے کہ جو کرسی ہے تو زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں، کرسی گئی تو حال زبوں سے زبوں تر ہے۔

فیصلہ

بزرگوں کے بارے میں ہمیشہ اپنی زبان پر قابو رکھنا اسلامی درسگاہ کی تعلیم ہے ۔چھوٹا منہ بڑی بات ایک سخت ناپسندیدہ عمل ہے" **خطائے بزرگاں گرفتن خطاست**" یہ بڑے تجربہ کاروں کا مقولہ ہے۔

انتخاب صدیق وفاروق (رضی اللہ عنہما)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اور سیدنا حضرت فاروق اعظم (رضی اللہ عنہما) کا عہدِ خلافت علیٰ منہاج النبوت ہونے کے باعث تاریخ انسانی کا مثالی دور ہے۔اسلام بامِ عُروج پر پہنچ چکا تھا سراج منیر پوری تابانی سے چمک رہا تھا۔نور اسلام سے عالم منور و مستفید ہو رہا تھا۔کفر کی دُنیا تیرہ و تار تھی، اہل کفر و ضلالت دندنا رہے تھے، آپ کے صحابہ نے کفر کا زور توڑا۔

پندونصیحت از شاہ کونین ﷺ

حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو گالی مت دو۔

فائدہ

علاوہ اس کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو معاف کردیا اس لئے حق نہیں کہ ان کو بُرا کہیں اور ایسا ہی حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا اور حضرت علی اسد اللہ الغالب کے درمیان تنازعہ ہوا اور حضرت خاتونِ جنت کی زبان سے ان کے حق میں ایسے الفاظ نکلے جو تحریر سے باہر ہیں۔ (کتاب شیعہ احتجاج طبری ص ۶۹، مطبوعہ: ایران وحق الیقین ص ۲۳۳)

اور ایسے ہی ائمہ اہلبیت کے درمیان وہ تنازعات ہوئے ہیں کہ قلم کو طاقت نہیں۔تفصیل فقیر کی کتاب "چشمہ نور افزاء" میں ہے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اسلام قبول کرنا مسلّم ہے، تاریخ میں ہے، "**معاویہ بن سفیان اصحابی اسلم قبل الفتح وکتب الوحی ومات فی رجب سنة ستین وقدر قارب التمانین** " اسی تقریب التہذیب، ص ۲۵۷ مطبوعہ نولکشور، میں ہے کہ معاویہ بن سفیان صحابی ہیں، پہلے فتح مکہ کے اسلام لائے تھے اور کاتب وحی اور نبی اکرم ﷺ کے

پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔

شیعہ نہ صرف امیر معاویہ بلکہ حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) کو بھی نہیں چھوڑتے، چنانچہ بی بی کا قول نقل کیا ہے کہ ''قالت امیر المؤمنین (علیہ السلام) یا ابن ابی طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین الخ اور حق الیقین کی یہ عبارت ہے۔ خطابھائے درشت باسید اوصا نمود که مانند جنین دررحم پرده نشین شده . وشل غائباں درخانه گریخته ''یعنی اے ابی طالب کے بیٹے بچہ شکم کی طرح چھپ کر بیٹھا ہے اور خائنوں کی طرح گھر میں گھسا ہوا ہے الخ۔ (نعوذ باللہ)

اور اصول کافی ص۴۸۴ میں ہے ''قال انکم ستدعون الی سبّی فسبوّنی'' بیشک مجھے گالی دینے کی دعوت دیئے جاؤ گے تو مجھے گالی دے دینا۔ حالانکہ ہم اہلسنّت اس کے روادار نہیں بلکہ معمولی تنقیص کرنے والے کو بے ایمان کہتے ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے ''من سب علیا فقد سبنی'' (رواہ احمد) حضور ﷺ نے فرمایا ''جو علی کو گالی دے اس نے مجھے گالی دی'' اور حضور ﷺ کو گالی دینے والا واجب القتل ہے۔

خاندانی رشتہ

اسلامی قواعد وضوابط اور تاریخی تحقیق بلکہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت امیر معاویہ بھی حضرت علی المرتضیٰ وحضور سرورعالم ﷺ کے قریبی نسب ہونے کی وجہ سے اہلبیت میں داخل ہیں۔ شیعہ کی مستند روایات سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے

''قال انا وآل ابی سفیان اھلبیتن'' (معانی الاخبار، ص۸۹، مطبوعہ: ایران)

یعنی، ہم اور ابوسفیان والے ہم دونوں اہلبیت ہیں۔

سب کو معلوم ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاندان قریش سے ہیں اور قریش میں حضور ﷺ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قریب تر ہیں اس لئے حضرت عبدمناف کے دو صاحبزادے تھے حضرت ہاشم واُمیہ، ہاشم کی اولاد میں سے حضور ﷺ اور علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے کی اولاد سے ابوسفیان وامیر معاویہ۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

فائدہ

یاد رہے کہ یہ سب کی سب دعائے حضرت ابراہیم علیہ السلام برائے فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ومقامات حجر اسود وکعبہ وچاہ زمزم ودارالامان کے پودے تھے۔ اور خاص کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے متقی اور صاحب حلم اور تمام اولیاء سے فضل واعلیٰ

تھے۔ چنانچہ کتاب ''شیعہ آئینہ حق'' مطبوعہ یوسفی دہلی،ص۹،۱۰میں امام حسن ﷛ (واجب الاطاعت جن کا قول اور فعل تمام شیعوں کے لئے حق اور حجت ہے) فرماتے ہیں واللہ معاویہ(﷛) میرے لئے بہتر ہے ان لوگوں سے جو گمان کررہے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور کتاب ''علل الشرائع'' مطبوعہ ایران،ص۸۳ میں ہے کہ بـایـع الحسـن ابن علی صلوٰۃاللّٰہ علیہ معاویۃ بیعت کی حضرت امام حسن بن علی ﷛ نے حضرت امیر معاویہ ﷛کی اور ایسا ہی علامہ مجلسی شیعہ نے ''جلاء العیون، جلد اوّل'' میں لکھا۔

خلاصۂ مقدمہ

اِن دلائل سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ ﷛شیعانِ علی ﷛ کے نزدیک بڑے متقی اور ایماندار اور صاحبِ عدل اور ماہر قرآن مجید تھے۔ ورنہ امام و رہنما و مقتدا امام حسن ﷛ ان کو نہ بناتے اور نہ ہی ان کی بیعت کرتے۔ بلکہ اپنے بھائی حضرت امام حسین ﷛ کی طرح لڑ کر شہید ہو جاتے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امیر معاویہ ﷛کو ایمان و اسلام میں اپنے مساوی نہ سمجھتے۔ چنانچہ فرمان عالی شان کتاب ''نہج البلاغت'' مطبوعہ مصر،ج۲،ص۱۵۱ میں بایں طور ناطق ہے

''ومن کتاب لہ ﷺ کتبہ الی اھل الامصار بہ ماجری بینہ وبین اھل الصفین وکان بداء امرنا التقینا والقوم من اھل الشام والظاھر ان ربنا واحد ونبینا واحد دعوتنا فی الاسلام واحدۃ ولا نستزید ھم فی الایمان باللّٰہ والتصدیق برسولہ ولا یستزید وننا الامر واحد الاما اختلفنا فیہ من دم عثمان ونحن براء.''

فائدہ

اس کلام پاک امام المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے صاف صاف فیصلہ ہوا کہ اسلام و ایمان و تصدیق رسالت و توحید میں حضرت امیر معاویہ ﷛حضرت اسد اللہ الغالب کے مُساوی تھے۔ ہاں فضل وقدر اور مرتبہ و منزلت میں حضرت علی المرتضیٰ حضرت امیر معاویہ(﷛) سے افضل و اعلیٰ ہیں اور جنگوں کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ ﷛کا اجتہاد مبنی برحق تھا اور حضرت امیر معاویہ خطائے اجتہادی میں بھی ماجور و مثاب تھے۔

پرائیویٹ سیکرٹری اور کاتب وحی

حضور سرورِ عالم ﷺ کے متعدد کاتبین تھے جن میں عشرہ مبشرہ کے چند برگزیدہ مثلاً حضرت سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر کے علاوہ دیگر جلیل القدر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) تھے۔ ان میں خصوصیت سے حضرت امیر معاویہ ﷛کو تمام خط

وکتابت کے علاوہ کتابتِ وحی کا بھی شرف حاصل تھا۔علامہ پر ہاروی رحمہ اللہ نے لکھا کہ" وکان معاویة وزیدا لزمهم لذلک و اخصّهم به "اور معاویہ اور زید رضی اللہ عنہما باقی کاتبانِ وحی کی بنسبت کتابت وحی کے کام سے زیادہ التزام واختصاص رکھتے تھے۔(الناهية،ص ۱۵)

ایک شاعر کہتا ہے۔

قد کان کاتب وحیه وامینه

سند الامانة حاصل لمعاویة

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کاتبِ وحی تھے جس کی وجہ سے آپ کو امین ہونے کی سند حاصل ہے کہ وحی جیسا مہتم بالشان کام آپ کے سپرد تھا۔مزید تفصیل فقیر کی تصنیف "فضائل معاویہ" میں پڑھیے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عظیم امین احادیث تھے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار علماء صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور اپنی بہن حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ اوران سے حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابن عباس، حضرت ابو سعید، حضرت جریر بجلی اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت نے اور تابعین میں سے جبیر، ابوادریس خولانی، سعید ابن المسیب، خالد بن معدان، ابوصالح سمان، سعید، ہمام بن منبہ اور کثیر مخلوق نے حدیثیں روایت کی ہیں۔امام بخاری نے صحیح بخاری میں آٹھ اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حدیثیں روایت کی ہیں، حالانکہ ان دونوں کی شرطیں بہت سخت اور کڑی ہیں اور وہ غیر ثقہ، غیر ضابطہ اور کاذب راوی سے کوئی شئے روایت نہیں کرتے ہیں۔(الناهية،ص ۱۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد تھے

محدث جلیل امام محمد بن اسماعیل بخاری ابن ابی ملیکہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے عرض کیا۔کیا آپ کو امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس وجہ سے کوئی اعتراض ہے کہ وہ وتر کی صرف ایک رکعت پڑھتے ہیں؟ تو فرمایا " اصاب انه فقيه" انہوں نے درست کیا ہے کیونکہ وہ فقیہ (مجتہد) ہیں۔اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا دعه فانه صحب رسول الله ﷺ، انہیں چھوڑ دو کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ چکے ہیں۔

اس حدیث کے ضمن میں صاحب نبراس فرماتے ہیں "بلاشبہ فقہاء نے آپ کے اجتہاد پر اعتماد کیا ہے۔لہٰذا جب وہ صحابہ کے اجتہاد کا ذکر کرتے ہیں تو وہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کا بھی تذکرہ کرتے ہیں"۔علامہ ابن حجر نے لکھا کہ "ومن اعتقاد اھل السنة والجماعت ان معاویہ لم یکن فی ایام علی خلیفة وانما کان من الملوک وغایة اجتھاد ہ ایضاً انہ کان لہٗ اجر واحد علیٰ اجتھاد ہ۔" (الصواعق المحرقہ،ص ۲۱۷)

ترجمہ اہل سنت کے عقائد میں سے ہے کہ امیر معاویہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ خلافت میں ایک بادشاہ تھے اور اپنے موقف پر اجتہاد کیا،اگر چہ خطاء ہوئی لیکن ان کو اسی اجتہاد سے ایک اجر ملے گا۔

ہر صحابی بالخصوص امیر معاویہ کی تنقیص ممنوع ھے

اسلاف صحابہ کرام کی تنقیص سے سخت ناراض ہوتے ،چنانچہ کسی نے حضرت معافی بن عمران سے عرض کیا۔عمر بن عبدالعزیز اور معاویہ میں کون افضل ہے؟ آپ نے غصہ سے فرمایا "لایقاس احد باصحاب النبی ﷺ معاویة صاحبہ وصھرہ وکاتبہ وامینہ علی وحی اللّٰہ عزوجل " کسی شخص کو نبی ﷺ کے صحابہ پر قیاس نہ کیا جائے۔ معاویہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی، سُسر الی رشتہ والے،کاتب اور امین وحی تھے۔ (شفاء شریف،ج ۲،ص ۴۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے سالہ ھیں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رسول اللہ ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں۔اسی وجہ سے آپ رسول اللہ ﷺ کے سالہ ہیں۔اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے سُسرالی رشتہ داروں کے حق میں فرمایا بلاشبہ اللہ نے مجھے چنا اور میرے صحابہ کو چنا پھر انہیں میرے ساتھی،میرے سُسرالی رشتہ والے اور میرے مددگار بنایا اور عنقریب ان کے بعد ایک قوم آئے گی جو انہیں گالیاں دے گی۔تم اُن (گستاخوں) کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان کے ساتھ مل کر کھاؤ۔نہ ان سے رشتہ داری کرو نہ ان کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ ان کے ہمراہ نماز پڑھو۔ (نزھتہ الناظرین،ص ۳۶)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عشق رسول ﷺ

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سُنا کہ قابس بن ربیعہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے ہیں۔پھر جب وہ ان کے گھر کے دروازہ سے داخل ہوئے تو وہ ان کی تعظیم کے لئے چارپائی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے ملاقات کی اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔اور ان کے لئے مرغاب نامی علاقہ بطور جاگیر کے وقف کر دیا اس وجہ سے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔ (شفاء شریف،ج ۲،ص ۴۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متبع سنت تھے

امام بغوی ''شرح السنہ'' میں ابومجلز سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نکلے درآں حالیکہ حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر ابن عامر تو کھڑے ہوگئے مگر ابن زبیر بیٹھے رہے، یہ دیکھ کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ لوگ اس کے آگے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔ (الناھیہ، ص ۲۳)

مقام غور ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی بناء پر اپنے لئے قیام تعظیمی کو پسند نہیں فرمایا یہ سنت کی پیروی اور حدیث پر عمل کی وجہ سے تھا۔ سو اس سے آپ کے متبع سنت ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ ''پہلا شخص جو میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنی امیہ کا یزید نامی شخص ہوگا۔'' یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عامل بالسنۃ تھے۔ (الناھیہ، ص ۳۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صاحب عدالت صحابی تھے

امام قسطلانی شرح بخاری شریف میں لکھتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بہت سی خوبیوں کے حامل تھے اور امام نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں، ھو من عدول الفضلاء و الصحابۃ الخیار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ چوٹی کے صاحب عدالت فضلاء اور بہترین صحابہ میں سے تھے۔ اور صاحب نبراس لکھتے ہیں ''و یکتب المحدثون بعد اسمہ رضی اللہ عنہ کسائر الصحابہ بلا فرق'' اور محدثین معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے بعد سب صحابہ کے ناموں کی طرح کوئی فرق کئے بغیر رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔ (الناھیہ، ص ۱۷)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بخشے گئے

محدث ابن عساکر ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت بیان کرے ہیں ''کنت عند النبی ﷺ وعندہ ابوبکر وعمر وعثمان اذاقبل علی فقال النبی ﷺ لمعاویۃ اتحب علیاً قال نعم قال انھا ستکون بینکم ھنیھۃ قال معاویۃ فما بعد ذلک یارسول اللہ قال عفو اللہ ورضوانہ قال رضینا بقضاء اللہ''

یعنی، میں ابوبکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا: کیا تم (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) سے محبت کرتے ہو؟ عرض کی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے درمیان لڑائی ہوگی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی پھر کیا ہوگا یارسول اللہ ﷺ؟ آپ

ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے عفو اور بخشش وخوشنودی۔ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہم اللہ کی تقدیر پر راضی ہیں۔

بادشاهی کی نوید نبوی ﷺ

حدیث میں ہے، کعب الاحبار نے معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ اس اُمت کا کوئی شخص اتنے بڑے ملک کا مالک نہیں ہوگا جتنے بڑے ملک کے مالک معاویہ ہوں گے۔ (رضی اللہ عنہ) (تاریخ الخلفاء، ص ۱۴۹)

عقیدهٔ معاویه

خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے معاویہ جب آپ بادشاہ بنیں گے تو لوگوں سے اچھا سلوک کرنا۔ اس وقت سے مجھے بادشاہی ملنے کی امید رہی۔

(تاریخ الخلفاء، ص ۱۴۹، مکتوبات امام ربانی، ج ۲، ص ۲۱۶)

امیر معاویه رضی اللہ عنہ کی سلطنت دراصل نبوی سلطنت هے

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اوّل ملوکِ اسلام ہیں۔ اسی کی طرف تورات مقدس میں ارشاد ہے کہ **مولده المكة ومهاجره طيبة وملكه بالشام نبی آخر الزمان ﷺ** یعنی مکہ میں پیدا ہوں گے مدینہ کو ہجرت فرمائیں گے اور ان کی سلطنت شام میں ہوگی۔ سو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے مگر کس کی حضور ﷺ کی۔

صلح صفانی از امام حسن رضی اللہ عنہ

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک فوج جرار جان نثار کے ساتھ عین میدانِ جنگ میں بالقصد وبالاختیار ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی اور ان کے ہاتھ پر بیعت فرمالی۔ اور اس صلح کو حضورِ اقدس ﷺ نے پسند فرمایا تھا اور اس کی بشارت دی تھی کہ امام حسن (رضی اللہ عنہ) کی نسبت فرمایا تھا کہ "**ان ابنی هذا سيد لعل الله ان يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين**" میرا بیٹا سیّد ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ (عزوجل) اس کے باعث دو بڑے گروہِ اسلام میں صلح کرادے گا۔ سو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر (معاذ اللہ) فسق وغیرہ کا طعن کرنے والا حقیقۃً حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، بلکہ حضور سیّد عالم ﷺ، بلکہ اللہ (عزوجل) پر طعن کرنے والا ہے۔" (بہارِ شریعت، ج اوّل، ص ۷۵)

معاویه رضی اللہ عنہ کامیاب حکمران تھے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے چالیس سال کی طویل مدت تک صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم) کے دورِ سعید میں کامیابی سے حکومت کی ہے۔ انہیں حضرت فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے شام کا والی بنایا۔ حالانکہ

حضرت عمر (ﷺ) والیوں کی درستی اور نادرستی میں بہت کوشش فرمایا کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان ﷺ نے ان کی حکومت کو برقرار رکھا۔ (الناہیہ، ص۲۶)

معاویہ ﷺ عادل حکمران تھے

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں ''کیف یکون جائرا وقد صح انه ﷺ کان اماماً عادلاً فی حقوق اللّٰه سبحانه وفی حقوق المسلمین کمافی الصّواعق'' یعنی، حضرت معاویہ ﷺ فاسق کیسے ہوں گے جب کہ صحت سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ اللہ سبحانہ کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں عادل تھے۔ جیسا کہ امام ابن حجر نے کتاب ''صواعقِ محرقه'' میں ذکر فرمایا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، ص۴۱۵)

آخری نصیحت

اگر امیر معاویہ ﷺ کی کوئی فضیلت کو کسی کا دل نہیں مانتا تو بھی ان کی مذمت کرنا نامناسب ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے مرفوعاً مروی ہے کہ، حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ مُردوں کو گالی مت دو اس لئے کہ جو کچھ کہا جاتا ہے وہ ان کے ہاں پہنچ جاتا ہے۔ (رواہ البخاری)

انتباہ

حضور سرور عالم ﷺ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی تعداد حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے مطابق تھی اور جن کے متعلق خصوصی طور فضائل کی احادیث وارد ہوئی ہیں وہ چند گنتی کے ہیں اور ان حضرات کے فضائل کے لئے یہ بات کچھ کم نہیں ہے کہ انہیں حضور سرور عالم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی اور باقی فضائل وکمالات کا دارومدار اسی فضیلت پر ہے جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی صحابی کے متعلق فضائل کی احادیث نہ ہوں یا کم ہوں تو بھی اس کی شان میں کمی نہیں آتی۔

حضرت امیر معاویہ ﷺ وہ خوش نصیب صحابی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے فضائل بھی بتائے اور انہیں اپنی مستجاب دعاؤں سے بھی نوازا۔ چند دعائیں مع تشریح عرض کرتا ہوں۔

امیر معاویہ ﷺ کو رسول اللہ ﷺ کی دعائیں ھی دعائیں

(۱)..... نبی پاک ﷺ نے امیر معاویہ ﷺ کے متعلق یوں دعا فرمائی:

اللهم علم معاوية الكتاب والحساب وقه العذاب یعنی، اے اللہ تعالیٰ معاویہ کو کتاب وحساب کا علم عطا فرما اور

اسے دائمی عذاب سے بچا۔(رواہ الامام احمد)

شرح حدیث

امام احمد کی مسند احادیث کا مجموعہ ہے اور مستند کتاب ہے، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ امام احمد کی مسند بڑی معتمد علیہ کتاب ہے اور اس کی جملہ مرویات قابلِ قبول ہیں اور جو ضعیف ہیں وہ بھی حسن کے قریب ہیں۔امام احمد کا قول ہے کہ اگر مسلمان کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو چاہیئے کہ وہ کتاب ہذا کی طرف رجوع کریں اگر اس میں وہ حدیث مل جائے تو سمجھو کہ وہ حدیث حسن ہے ورنہ یقین کر لینا چاہیے کہ وہ حدیث ضعیف ہے۔بعض حضرات نے فرمایا کہ اس کی تمام احادیث صحیح ہیں۔امام ابن الجوزی نے اپنی عادتِ تعصب کے باعث اس کتاب کی بعض روایات پر ضعیف ہونے کا الزام لگایا ہے۔یہ ان کی زیادتی ہے اور سراسر خطا ہے۔شیخ الاسلام علامہ شیخ امام احمد حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مسند امام میں کوئی حدیث موضوع نہیں اور سننِ اربعہ میں سب سے یہی احسن ہے۔

(۲)......حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ صحابی مدنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یوں دعا فرمائی **اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھدبہ الناس** یعنی، اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ فرما اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔

شرح حدیث

امام ترمذی کی یہ بہت بڑی بلند قدر کتاب ہے یہاں تک کہ شیخ الاسلام ہروی نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ کتاب صحیحین سے بھی زیادہ نافع ہے اس لئے کہ اس میں مختلف مذاہب کو بھی بیان فرمایا گیا ہے اور ان کے استدلال کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے مگر صحیحین میں یہ بات نہیں ہے بلکہ امام حاکم نے حکم لگایا ہے کہ ترمذی شریف کی تمام احادیث صحیح ہیں۔خود امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو علمائے حجاز و عراق اور خراسان کی خدمت میں پیش کیا ہے اور جس گھر میں یہ کتاب ہوگی گویا وہاں حضور سرورِ عالم ﷺ سے گفتگو فرما رہا ہے۔

(۳)......ابن ابی ملیکہ علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ آپ امیر المؤمنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں جب کہ وہ صرف ایک وتر پڑھتے ہیں حالانکہ وتر تو تین رکعت ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ حق پر ہیں کیونکہ وہ فقیہ ہیں۔یعنی، وہ اپنے اجتہاد میں حق پر ہیں ورنہ حق تو وہی بات ہے کہ وتر تین رکعت ہیں۔(رواہ البخاری)

شرح الحدیث

شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں وہ اپنے اجتہاد کے طور وتر ایک رکعت کے قائل ہیں۔حضرت امام بخاری کی ایک اور روایت جو کہ ابنِ ملیکہ سے مروی ہے میں ہے کہ فرمایا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز کے بعد وتر صرف ایک رکعت پڑھی۔ان کے پاس حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا غلام موجود تھا اس نے یہ نئی بات دیکھ کر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہو کر شکایت کی تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ انہیں اپنے حال پر چھوڑ دے اس لئے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی صحبت یافتہ ہیں۔

فائدہ

یاد رہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سے فاضل ترین مانے جاتے تھے انہیں بحرِ ذخار کہا جاتا ہے۔صرف ان کے علومِ بے پایاں کی وجہ سے اور انہیں حبرِ امت وترجمان کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے علم وحکمت اور تفسیر القرآن بالتاویل کی دُعا فرمائی تھی جو قبول ہوئی۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خواص سے آپ کا شمار ہوتا تھا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمنوں کے لئے آپ سخت گیر تھے بلکہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمنوں کی افہام وتفہیم کے لئے بھیجا،حروریہ گاؤں والوں کو ایسے دندان شکن جوابات دیئے کہ انہیں سوائے لاجواب ہونے کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔

غور کیجئے

ایسے کامل فاضل صحابی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخصوص ساتھی اور ان کے معتمد علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت نے یوں فرمایا کہ مجتہد ہیں بلکہ وہ اپنے غلام کو تنبیہ کرنے لگے کہ تو نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی غلطی کیوں پکڑی۔اور دلیل یہی دی کہ وہ صحابی ہیں۔

فائدہ

حضرت شیخ الاسلام ابن الحجر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت بڑے عالم صحابی کا کہنا کہ وہ مجتہد ہیں قابلِ قدر ہے۔

(۴)......حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب تھے۔

فائدہ

امام مفتی الحرمین احمد بن عبداللہ بن محمد طبری علیہ الرحمہ "خلاصۃ السیر" میں لکھتے ہیں کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے تیرہ کاتب تھے، خلفاءِ اربعہ اور عامر بن فہیرہ وعبداللہ بن ارقم وابی بن کعب وسعد بن قیس بن شماس وخالد بن سعید بن العاص، وحنظلہ ابن الربیع الاسلمی وزید بن ثابت ومعاویہ بن ابی سفیان وشرجیل بن حسنہ (رضی اللہ عنہم)۔

فائدہ

ان سب میں سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتابتِ وحی کے لئے خاص کیا گیا تھا، یعنی باقیوں کی بہ نسبت یہ دونوں کل وقتی کاتب تھے۔

(۵)..... حضرت ہروی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ شریف میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز افضل ہیں یا حضرت امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) انہوں نے فرمایا کہ "غبار دخل فی الف فرس معاویہ حین فی رکاب رسول اللہ ﷺ افضل من کذامن عمر بن عبدالعزیز"۔

ترجمہ

وہ گرد وغبار جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک میں پڑ گئی جب کہ وہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی رفاقت میں غزوات میں شامل ہوئے وہی گرد وغبار حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسوں سے افضل واعلیٰ ہے۔

فائدہ

غور کیجئے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کتنی بڑی منقبت ہے لیکن یہ بہت بڑی منقبت کی قدر ومنزلت اسے معلوم ہوگی جو عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے فضائل جانتا ہوگا۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ان حضرات کے فضائل وکمالات لاتعداد ہیں جنہیں محدثین کی تواریخ کی کتب میں بسط وتفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بالخصوص حضرت عمر بن عبدالعزیز تو علم الہدیٰ کے نام سے مشہور ہیں اور انہیں اہلسنّت نے پانچواں خلیفہ راشد مانا ہے اور محدثین فقہا کرام رحمہم اللہ تعالیٰ ان کے قول کو حجت مانتے ہیں اور ان کی عظمت کے قائل ہیں، حضرت خضر علیہ السلام ان کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہی پہلے وہ حضرت ہیں جنہوں نے حدیث پاک جمع کرنے کا حکم دیا اس جیسے بزرگ سے بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ وافضل جانتے ہیں اس کے باوجود بھی کوئی شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بغض وعداوت میں مبتلا ہے تو وہ معذور ہے۔

(۶)......حضرت امام بخاری وحضرت امام مسلم رحمہم اللہ بھی حضرت امیر معاویہ ﷺ سے روایات کرتے ہیں حدیث کے شرائط میں یہ نہایت ضروری ہے کہ ثقہ وضابط وصدوق (بہت بڑے سچے) سے حدیث روایت کریں۔

(۷)......صحابہ کرام اور محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت امیر معاویہ ﷺ کی تعریف کرتے رہے حالانکہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان سے بہت زیادہ واقف تھے اور وہ ان کی آپس کی جنگوں کے متعلق بھی بخوبی واقف تھے پھر صحابہ کرام اور محدثین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ سے کون زیادہ سچا ہوسکتا ہے۔

(۸)......حضرت امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ معاویہ ذوالمناقب الحمہ ،حضرت امیر معاویہ ﷺ کے مناقب جلیلہ ان گنت ہیں۔شرح مسلم میں حضرت امیر معاویہ ﷺ کے مناقب میں لکھتے ہیں کہ وہ بزرگ ترین نیک بخت اور برگزیدہ صحابہ کرام میں سے تھے۔حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ امیر معاویہ باحوصلہ اور کریم ذی عقل اور سرداری میں ذی ہیبت اور صاحب رائی ثاقب تھے گویا ان کی پیدائش بھی ملک رانی کے لئے تھی۔علاوہ ازیں محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ آپ کے نام کے ساتھ ﷺ لکھتے ہیں جیسے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام کے ساتھ لکھتے ہیں انہوں نے اس میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں کیا کہ حضرت امیر معاویہ ﷺ صحابہ کرام میں داخل نہیں ہیں ابن عباس ﷺ کا قول بروایت بخاری حضرت امیر معاویہ ﷺ کی فضیلت میں ابھی گذرا ہے۔حضرت امام جزری کی کتاب نہایہ میں ہے،حضرت ابن عمر ﷺ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت امیر معاویہ ﷺ جیسا کوئی اور سپاہی نہیں دیکھا۔پھر سوال ہوا کہ آپ کے والد گرامی حضرت عمر ﷺ کی تو بات ہی کیا کہ وہ حضرت امیر معاویہ ﷺ سے نہ صرف بہتر سپاہی تھے بلکہ جملہ امور سپاہی میں حضرت امیر معاویہ ﷺ کے استاد بھی تھے۔بعض لوگوں نے کہا کہ نہ صرف امور سیاست میں بلکہ سخاوت اور راہ خدا میں مال ودولت لٹانے میں بلکہ جملہ حکمتوں میں حضرت امیر معاویہ ﷺ حضرت عمر ﷺ کے مقلد تھے۔

(۹)......قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت معافی بن عمران سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز،حضرت امیر معاویہ ﷺ سے افضل ہیں۔حضرت معافی بن عمران یہ سن کر اس شخص سے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے کسی صحابی کا کسی دوسرے صحابی پر قیاس نہ کرنا چاہیے۔اور حضرت امیر معاویہ ﷺ نہ صرف صحابی ہیں بلکہ وہ تو حضور پاک ﷺ کے سالہ اور کاتب اور آپ کی وحی کے امین بھی تھے۔

ان کے علاوہ دیگر متعدد روایات ہیں جنہیں فقیر نے ''المحایة للامیر معاویہ'' (تصنیف) میں درج کی ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ صحابی رسول ﷺ ہیں۔ یہ وہ عہدہ ومرتبہ ہے جہاں جملہ اولیائے ملت اور غوث پیروں کے پیر دستگیروں کے دستگیر بلکہ جملہ سلاسل اربعہ (قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ) کے سرتاج بھی نیازمندی کا دم بھرتے ہیں۔ تاریخی افسانوں سے ان کی ذات پر حملہ کرنے والے یا ایسے ہے جیسے کوئی غصہ میں آکر سورج کو تھوکے اور چونکہ اس فعل سے سورج کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ تھوکنے والے کا اپنا نقصان ہے۔ ایسے ہی سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دینے والے یا کم ازکم ان سے نفرت کرنے یا غلط عقیدہ رکھنے والے کا حال ہے۔

نہ صرف آج

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی اور بغض وعداوت نہ صرف آج کے دور میں ہے سابق ادوار میں ایک ایسا وقت بھی گذرا ہے جس میں آپ کو تبرا کرنا حکومت کی طرف سے ضروری تھا جو نہ کرتا اس کا سرتن سے جدا کیا جاتا۔ ایک یادگار مضمون ملاحظہ ہو۔

دور معتضد باللہ عباسی

یہ ۲۸۴ھ کی بات ہے کہ ایک عباسی خلیفہ معتضد باللہ احمد نے جس کا رجحان شیعیت کی طرف تھا۔ ایک حکم نامہ جاری کیا کہ امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر برسرِ منبر سب وشتم کیا جائے۔ یہ حکم نامہ سب سے پہلے اس کے ایک وزیر عبید اللہ کے ہاتھ لگا، اس نے پڑھا تو کانپ گیا۔ حکم نامہ ہاتھ میں پکڑے خلیفہ کی خدمت میں باریابی کی اجازت کا طلب گار ہوا۔ خلیفہ نے اسے اپنے پاس بلالیا۔

پوچھا کیا بات ہے؟ میں تخلیے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چند درباری خلیفۂ بغداد کے پاس بیٹھے تھے۔

اس نے انہیں دوسرے کمرے میں بھیج دیا، ہاں کہیے عبید اللہ کیا بات ہے۔

عبید اللہ نے سر جھکا دیا۔ حضور جان کی امان چاہتا ہوں۔

ہاں۔ ہم نے آپ کو جان کی امان دی۔ کہیے کیا کہنا چاہتے ہو۔

عبید اللہ نے خلیفہ کا فرمان (حکم نامہ) خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ عرض کیا حضور! اس حکم نامہ کو نافذ کرنے سے پہلے نظر ثانی فرمالیں۔ یہ حکم نامہ نہ صرف حقیقت کے خلاف ہے بلکہ مسلمانان بغداد ومضافات کے جذبات کو برانگیختہ کردے گا، عوام میں شورش پیدا کردے گا۔ پھر اس شورش پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ اور کیا خبر کہ مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے ہی خون سے آلودہ ہو جائیں۔

مگر معتضد باللہ احمد نہیں مانا۔ اس نے تبرا کرنے کے احکام جاری کر دیئے۔ بلکہ اس بات کا بھی اضافہ کر دیا کہ جو شخص امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) پر تبرا بازی میں شرکت نہ کرے گا اس کا سر اُڑا دیا جائے گا۔

ان احکام پر سب سے پہلے مصر والوں نے عمل کر کے دکھایا۔ لیکن جس دن تبرا بازی کا جلوس نکلا اسی دن مصر کی فضا میں ایک عجیب گہرے رنگ کی سرخی ظاہر ہوئی جو دیکھتے ہی دیکھتے مصر کی فضا کو محیط ہوگئی، سرخی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ چہرے اور دیواریں بھی سرخ نظر آتی تھیں۔ یہ سرخی عصر کے وقت نمودار ہوتی اور تمام رات رہتی تھی۔ ہوا چلتی تو ڈراونی قسم کی آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ لوگوں نے اس پُر ہیبت منظر کو دیکھا تو سہم گئے انہیں قیامت کے آثار دکھائی دینے لگے۔

لوگ مسجدوں میں اذانیں دینے لگے، خضوع وخشوع سے دعائیں مانگنے لگے، اکثر لوگوں کا گمان یہی تھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا بازی خدا کو ناپسند ہے۔ لہٰذا جو لوگ اس فعل میں شریک ہوں گے ان کے گھر دوزخ میں بنیں گے۔ وہ تائب ہوئے اور کہنے لگے اگر ہمارے سر کٹتے ہیں تو کٹ جائیں مگر ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا نہیں کریں گے۔

ایسا ہی منظر بصرہ والوں کو بھی دیکھنا پڑا۔ وہاں ایک عجیب وغریب قسم کی آندھی آتی جو پہلے زرد رنگ کی تھی پھر سبز رنگ کی ہوگئی اور ازاں بعد سیاہ رنگ کی ہوگئی۔ اس آندھی نے بصرہ کے تمام مضافات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پھر سیاہ وسفید پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ سینکڑوں درخت اکھڑ اکھڑ کر زمین پر سجدہ ریز ہوگئے اور پتھروں کی بارش سے کئی لوگ زخمی ہوگئے۔

خلیفہ معتضد باللہ احمد کو جب ان واقعات کی خبریں ملیں تو اس نے تبرا بازی کے احکام واپس لے لئے۔ اس تبرا بازی پر جہاں آسمان نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا وہاں علمائے اسلام اور صوفیاء نے بھی اپنے حلقوں میں خلیفہ کے اس حکم نامہ کو موضوع تنقید بنائے رکھا۔ ان علماء میں ابن المواز مالکی، ابن الدنیا، قاضی اسماعیل، حارث بن ابی اسامہ اور قاضی محمد یوسف کے نام سرفہرست ہیں اور صوفیاء میں حضرت ابوسعید الخزاز اور حضرت جنید بغدادی رحمہم اللہ کے نام بھی آتے ہیں۔

قاضی محمد یوسف نے بھرے دربار میں المعتضد باللہ احمد سے فرمایا: ”یہ تبرا بازی کا حکم نامہ آپ کو اور آپ کی رعایا کو لے ڈوبے گا، مزاحمت کا ایک ایسا طوفان اُٹھے گا جس کے آگے آپ اور آپ کے مشیر ریت کی دیوار ثابت ہوں گے۔“

خلیفہ نے کہا قاضی یوسف! شاید تم میری تلوار اور اس کی کاٹ سے واقف نہیں، میری تلوار نے تو بس سروں سے ہی کھیلنا سیکھا ہے۔ آپ اگر اپنے سر کو اپنی گردن کے ساتھ چمٹا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں تو اپنی زبان کو دانتوں کی دیواریں پھاندنے نہ دیں۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ منبر پر وعظ نہیں فرمایا کرتے تھے۔آپ کے ماموں حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے بار ہا آپ سے فرمایا کہ تبلیغ دین کے لئے منبر بڑی مناسب جگہ ہے۔

آپ ہمیشہ یہی فرماتے کہ آپ کے ہوتے ہوئے بھلا میں کیسے وعظ کہوں۔خلیفہ کی طرف سے جب تبرا بازی کے احکام صادر ہوئے تو ایک رات حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کو آنحضور ﷺ خواب میں ملے فرمایا: ''جنید! وعظ کیا کرو''۔

آپ صبح اُٹھے اور ارادہ کیا کہ حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جا کر اس خواب کا ذکر کروں۔اس مقصد کے لئے انہوں نے جونہی اپنے گھر کا دروازہ کھولا تو دروازے پر حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ کو کھڑے پایا اور حضرت جنید بغدادی سراپا نیاز بن گئے اور اندر آنے کو عرض کیا۔مگر حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ نے فرمایا آپ کب تک اس انتظار میں رہیں گے کہ لوگ آپ سے وعظ کہنے کو کہتے رہیں۔اب تو حضور اکرم ﷺ نے بھی فرمادیا ہے،اب تو آپ کو وعظ کہنا ہی پڑے گا۔

ہاں ماموں! آنحضور ﷺ نے مجھے آج رات ایسا ہی فرمایا ہے۔مگر آپ کو میرے خواب کا کیسے علم ہوگیا۔

مجھے میرے اللہ نے بتادیا ہے کہ میرا حبیب ﷺ جنید بغدادی کے ہاں گیا ہوا ہے۔آپ ﷺ اسے وعظ کہنے پر آمادہ کریں گے۔اب آپ کو یقیناً منبر پر رونق افروز ہونا چاہیے۔

اسی دن آپ منبر رسول ﷺ پر تشریف لے گئے۔ایک مجلس کا انعقاد ہوا اس مجلس میں صرف چالیس آدمی آپ کا وعظ سننے کے لئے حاضر ہوئے۔آپ نے اس مجلس کے لئے عشق خدا کا موضوع انتخاب کیا اور اسرار و رموز کے پردے اُٹھانے شروع کر دیئے۔

فرمایا لوگو! میری بات کو غور سے سنو۔اکثر لوگ اس بات میں دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں خدا سے محبت بھی ہے اور عشق بھی حالانکہ وہ اپنے دعویٰ میں صادق نہیں ہوتے۔محبت والے تو اپنے محبوب کے سوا کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں کرتے۔شاید آپ کو علم ہو حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کو وہ مقام حاصل تھا کہ وہ ایک نگاہ میں جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے دیکھ لیا کرتے تھے۔ایک دفعہ آپ سے خدا نے پوچھا،اے بایزید! تم نے میری کائنات میں سے جو چیز دیکھی ہے اور تجھے پسند ہے مجھے بتا تاکہ میں وہ تجھے دے دوں۔

عرض کیا میرے مالک! میں تو ان چیزوں کے خالق کو دیکھنا چاہتا ہوں۔میں اس کی خاطر اپنی آنکھیں آنسوؤں سے دھوتا ہوں۔میں اس کے لئے شب بیداری کرتا ہوں۔اس کی خاطر قیام وسجود کرتا ہوں اگر کوئی چیز دیکھتا ہوں تو اس میں

بھی تجھے ہی ڈھونڈتا ہوں۔ رہی چیزوں کو پسند کرنے کی بات۔ تو جو چیز مجھے پسند ہوگی وہی میری عبادت کا مقصد بن جائے گی۔ یہ تو شرک بن جائے گا۔ میرے مولا مجھے شرک سے بچائے رکھ۔ یہی میری تمنا ہے اور یہی میری آرزو۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ نے جب تقریر ختم کی تو اکثر لوگوں پر بے ہوشی طاری تھی۔ اب آپ روزانہ وعظ فرمانے لگے اور سامعین میں اضافہ ہونے لگا۔

ایک دن آپ نے فرمایا لوگو! حضرت امیر معاویہ ﷛ کے بارے میں اپنی زبانوں کی حفاظت کرو۔ میں کہتا ہوں کسی ایک حدیث پر عمل کرنے سے آپ کی نجات ہوسکتی ہے۔ ذرا اندازہ تو کریں اس شخص کا کیا مقام ہوگا جس نے ان احادیث کو آپ تک پہنچانے میں کام کیا ہو۔ ۱۱۶۳ احادیث کے آپ (امیر معاویہ ﷛) راوی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ آپ کی فضیلت میں احادیث نبوی بھی ملتی ہیں، مثلاً یہ کہ آنحضور ﷺ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ الٰہی معاویہ کو ہدایت یاب اور ہدایت کرنے والا بنادے۔ (ترمذی) پھر یہ کہ الٰہی! تو معاویہ کو حساب کتاب سکھادے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ۔ (مسند احمد) لوگو! یاد رکھو ایسی دعائیں اس شخص کے حق میں دی جاتی ہیں جس سے دعا دینے والا خوش ہو، تو جس سے آپ کے آقا و مولا ﷺ خوش ہیں اس سے آپ دل تنگ کیوں کرتے ہیں اور پھر یہ بھی تو یاد رکھو جن کی محبت کا دم بھرتے ہوئے تم حضرت امیر معاویہ ﷛ پر تبرا بازی کرتے ہو وہ (حضرت علی المرتضیٰ ﷛ تو خود فرماتے ہیں کہ معاویہ کو برا نہ کہو یہ جب تمہارے درمیان سے اُٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے بہت سے سرتن سے جدا کیے جائیں گے) حیرانی ہے تم اس معاویہ ﷛ پر سب وشتم کرتے ہو جس نے پچاس سال تک آنحضور ﷺ کے تراشیدہ ناخن اور موئے مبارک بطور تبرک سنبھال کر رکھے اور وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو دفناتے وقت میرے منہ پر یہ دونوں تبرکات رکھ دیئے جائیں، چنانچہ ان کی موت پر ایسا ہی کیا گیا۔

لوگو! تمہیں کیا ہوگیا ہے تم اس معاویہ ﷛ پر طعن و تشنیع کرتے ہو جن کی بہن حضرت اُمِ حبیبہ بنت ابی سفیان آنحضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں جو سب مومنین کی ماں ہیں۔ آپ اس نسبت سے آنحضور ﷺ کے بھائی ہیں۔ اگر آپ لوگوں کے نزدیک حضرت معاویہ ﷛ اچھے نہیں ہیں تو کیا حضور اکرم ﷺ کے بھائی بنانے کا انتخاب درست نہیں ہے۔

کچھ تو خیال کرو کہ حضور ﷺ فرمائیں میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی اتباع کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ حضرت معاویہ ﷛ بھی آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ہیں ان کا دامن تھامنے میں تمہیں کون سے شکوک مانع ہیں۔

چونکہ حضرت امیر معاویہ ﷛ پر تبرا بازی سرکاری سطح پر کروائی جارہی تھی لہٰذا علماء و صوفیا نے اپنا فرض سمجھا کہ لوگوں کو ایسا

کرنے سے باز رکھیں۔ حضرت جنید بغدادی کی باتیں اس سلسلے میں زیادہ مؤثر ثابت ہوئیں، آپ کی مجلس وعظ میں سب سے زیادہ لوگ آنے لگے۔

خلیفہ المعتضد باللہ احمد کو یہ ساری خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اس کے حاشیہ نشینوں کی زبانیں دراز ہونے لگیں۔ وہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے عقائد پر بھی تنقید کرنے لگے یہاں تک کہ انہیں زندیق اور کافر تک کہا جانے لگا۔

خلیفہ انہیں سزا دینا چاہتا تھا مگر کوئی ایسی صحبت قائم نہیں ہو رہی تھی۔ تاہم امراء سلاطین کے لئے بہانے بنانا اور صحبتیں قائم کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ خلیفہ کی ایک کنیز تھی جسے تین ہزار درہم میں خریدا گیا تھا۔ اس کا نام دریہ تھا۔ وہ نہایت خوش جمال تھی اور اپنے زمانہ میں زیبائی و ملاحت اور حسن کے اعتبار سے بے مثال تھی۔ خلیفہ کا رجحان اس کی طرف بہت زیادہ تھا اس کی محبت میں وہ اس قدر گرفتار تھا کہ اس کے لئے ساٹھ ہزار دینار کی لاگت سے بحیرہ میں ایک عالیشان محل بنوایا جس میں دریہ کو رکھا گیا۔ خلیفہ جب اس محل میں جاتا تو اولاً دریہ کے کمرے کا طواف کرتا پھر دروازے پر دستک دیتا اور سر جھکائے کھڑا ہو جاتا۔ دریہ آتی وہ اپنے رخسار اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتی بزور آہستہ آہستہ اس کے سر کو اونچا کرتی۔ المعتضد اسے دیکھتا اسے اپنے کندھوں پر بٹھا لیتا اور رقص کناں ہوتا ہوا کمرے میں چلا جاتا۔

اسی دریہ سے خلیفہ نے کہا کہ وہ زر و زیورات نہایت گراں بہا اور جواہرات سے آراستہ ہو کر حضرت جنید بغدادی (علیہ الرحمہ) کے پاس جائے اور چہرہ سے نقاب اُٹھا کر اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ میں نہایت مالدار ہوں۔ دنیا سے میرا دل سیر ہو گیا ہے اور میں آپ کے پاس اس غرض سے آئی ہوں کہ آپ مجھے اپنی صحبت میں قبول فرمائیں اور میں آپ کی صحبت میں حق تعالیٰ کی عبادت کروں۔ کیونکہ میرا دل اب یہی چاہتا ہے کہ میں سوائے آپ کی صحبت کے اور کسی جگہ نہ بیٹھوں۔

جنید بغدادی (علیہ الرحمہ) بھی تو ہماری طرح ایک انسان ہے، نفسانی خواہشات اس میں بھی ہیں، شیطان اس کی گھات میں بھی بیٹھا ہوا ہے، تجھے دیکھے گا تو یقیناً لوٹ پوٹ ہو جائے گا، اس کے جذبات میں گرمی آئے گی، چونکہ اس کی صحبت اختیار کرنے کی پیش کش تیری طرف سے ہوگی، وہ بڑی جلدی مان جائے گا تم اس کے قریب ہوتے جانا، اتنا قریب کے جنید جنید نہ رہے۔ جنید میری دریہ کے چنگل میں آجائے، پھر تم اس کی شکایت میرے پاس کرو اور ہم اسے ایک زانی کی سزا میں ملوث کر کے سنگسار کر سکیں۔

دریہ چلی گئی مگر ساری رات نہ سو سکی، اس نے سن رکھا تھا کہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ جو شریعت و طریقت کے

شناور ہیں انوار الٰہی کا مخزن ومنبع ہیں۔ انہیں علوم ظاہری وباطنی پر عبور حاصل ہے، انہیں وجوہات کی بنا پر وہ شیخ الشیوخ، زاہد کامل اور علم وعمل کا سرچشمہ مانے جاتے ہیں۔ آپ کو سید الطائفہ بھی کہا جاتا ہے، طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے القابات سے بھی پکارے جاتے ہیں۔

میں گندی اور غلیظ زندگی بسر کرنے والی دریہ اس پاک ہستی پر وہ الزام لگاؤں جوان کی ذات شریفہ میں نہیں ہے!! وہ تو کسی کی طرف بری نگاہ سے دیکھتے ہی نہیں، ان کے بہترین اخلاق وکردار کا ثمرہ یہی ہے کہ میری گواہی پر انہیں سنگسار کرکے ماردیا جائے۔ نہیں نہیں ایسا پاکیزہ وجود دنیا وجہاں کے لئے رحمت کا باعث ہے۔

لیکن اگر میں خلیفہ المعتضد باللہ احمد کی توقع پر پوری نہ اُتری تو وہ جس محبت اور خلوص سے میری پوجا کرتا ہے۔ نہ کرے گا، بلکہ میرے جسم کی بوٹیاں کرکے بغداد کے کتوں کے آگے ڈال دے گا۔ اسے مجھ جیسی کئی دریہ مل جائیں گیں مگر میرا ذکر اس کی کتاب دل سے نکال دیا جائے گا۔ مجھے وہی کچھ کرنا چاہیے جس کا حکم مجھے خلیفہ دے رہا ہے۔ دوسرے دن دریہ نے بڑا زرق برق لباس پہنا، زروزیورات میں غرق ہوگئی، آنکھوں میں کاجل ڈالا، سر کی زلفیں سنواریں، پھول ٹانکے، رخساروں پر غازہ ملا، دانتوں کو چمکایا، اور قیامت خیز اداؤں کا مجسمہ بن کے خلیفہ کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد خلیفہ آگیا، اس نے دریہ کو دیکھا تو یقین نہ آیا کہ یہ دریہ ہے یا قدرت کا ایک اور شاہکار ہے جس نے دریہ کے حسن کو بھی ماند کردیا ہے۔ خلیفہ نے آگے بڑھ کر اسے اپنی بانہوں میں لے لیا، اس کے رخساروں پر اپنے ہونٹ رکھ دیئے، کہا دریہ میں چاہتا ہوں کہ تم آج جنید بغدادی (علیہ الرحمہ) کے ہاں نہ جاؤ آج میں سارا دن بس تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔

دریہ بولی جیسے آپ کی مرضی میرے آقا، میں تو آپ کی باندی ہوں آپ جو حکم فرمائیں گے اسے بجالانے میں دیر نہ کروں گی۔ اگر مجھے جنید بغدادی کی مہم پر نہیں جانا ہے تو کیا میں یہ لباس اور زیورات اُتار دوں۔ نہیں دریہ میں کوئی فیصلہ نہیں کرپارہا۔ جنید بغدادی بھی اس وقت میری راہ کا ایک نوکیلا کانٹا ہے، اس کو ہٹاکے مجھے اپنی راہ صاف کرنی ہے۔ تو تو میرے من کی رانی ہے تیری جدائی اور خاص کرکے آج کے دن مجھے بے قرار کردے گی، یہ بے قراری میرے لئے بڑا کڑا امتحان ہوگی۔

جاؤ! تم نے آج جس مقصد کے لئے تیاری کی ہے اسے حاصل کرنے کے لئے جاؤ اور بڑی جلدی مجھے اپنی کامیابی کی اطلاع دو، تمہارے ساتھ میرا ایک آدمی بھی جائے گا اگر تمہیں حصول مقصد میں کوئی دشواری پیش آئی تو یقیناً وہ تمہارے کام آئے گا۔

دریہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کی خدمت میں جا پہنچی۔ خلیفہ کا نوکر اس کے پیچھے پیچھے تھا، باوجود اس کے اکثر لوگ دریہ سے آگاہ تھے، مگر اس کی ادائے جانانہ اور رفتار معشوقانہ ہر نگاہ کو اسے دیکھنے کی دعوت دے رہی تھی۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ گھر میں اکیلے تھے۔ خادم نے آگے بڑھ کر دستک دی اور دریہ کے داخلہ کی اجازت طلب کی، دریہ اندر آ گئی۔ اس نے آتے ہی چہرے سے نقاب اُٹھا دیا۔ حضرت صاحب سر جھکا کے بیٹھے تھے۔ دریہ کے آنے پر اسے ایک نظر دیکھا۔ آپ نے پھر نظریں نیچی کر لیں۔ نوکر دروازے کے باہر بیٹھ گیا۔

حضرت صاحب منتظر تھے کہ آنے والی خاتون خود ہی آنے کے بارے میں گفتگو کا آغاز کرے گی مگر حضرت صاحب کی خاموشی نے دریہ کو گفتگو کی اجازت نہ دی وہ چپ رہی اس کا خیال یہی تھا کہ شاید حضرت صاحب اوراد میں مشغول ہیں، فارغ ہوں گے تو خود ہی مجھ سے آنے کے بارے میں پوچھیں گے۔

تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پوچھا کہ دریہ کو مجھ سے کیا کام ہے؟

دریہ نے وہ ساری باتیں ایک ایک کر کے بیان کرنی شروع کر دیں جن کی اسے تعلیم دی گئی تھی۔

جب اس نے اپنی بات ختم کر لی تو حضرت صاحب نے فرمایا۔ دریہ! تم نے جو باتیں میرے روبرو بیان کی ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق درست نہیں ہیں۔ کیونکہ تو نے کہا ہے:

۱)...... دنیا سے میرا دل سیر ہو گیا ہے۔ حالانکہ دنیاداری تیرے انگ انگ سے نمایاں ہے۔

۲)...... تو نے یہ بھی کہا ہے کہ میں تجھے اپنی صحبت میں قبول کروں۔ شاید تمہیں معلوم نہیں جس کی صحبت اختیار کرنی ہو پہلے اس صحبت کے اثرات قبول کرنے ہوتے ہیں۔

۳)...... اور تو نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ کی صحبت میں حق تعالیٰ کی عبادت کروں۔ عورت کی عبادت گاہ اس کا گھر ہے۔

لہٰذا تمہیں چاہیے کہ یہ مکر و فریب کے جال سمیٹ کر اس کے پاس چلی جا جس نے تجھے میرے ہاں بھیجا ہے۔

اب دریہ نے خوشامدانہ انداز اختیار کر لیا۔ چاپلوسی کرنے لگی۔ آپ اللہ والے ہیں، اللہ والے تو اللہ کی مخلوق سے پیار کرتے ہیں۔ ان کے دل کی جراحتوں پر مرہم کے پھائے رکھتے ہیں۔ اگر آپ نے بھی ہم جیسے گنہگاروں کو ٹھکرا دیا۔ تو ہم کس ٹھکانے کو تلاش کریں گے۔

دریہ گفتگو کرتی رہی اور ساتھ ہی ساتھ آگے کی طرف سرکتی رہی۔ یہاں تک کہ وہ حضرت صاحب کے بالکل قریب پہنچ گئی۔ دریہ کا گھٹنا جونہی حضرت کے گھٹنے سے لگا، حضرت صاحب پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا دریہ! اگر تو اپنی زندگی چاہتی ہے

تو اُلٹے پاؤں واپس چلی جاؤ۔

حضرت صاحب آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ زندگی ضائع کر دینے کی دھمکی تو امراء دیا کرتے ہیں۔ ایسے لفظ ظالموں کی زبان سے سنے جاتے ہیں، آپ کیوں ایسے لفظ اپنی زبان پر سجانے لگے۔ شاید آپ نہیں جانتے میں دریہ ہوں میری حکومت تو ہر دل پر قائم ہو سکتی ہے۔

آپ کے دل میں کس قدر سختی ہے۔ جو دریہ کی خاطر نرم نہیں ہو رہا۔ مجھے ایک بار نظر بھر کے دیکھیں تو سہی۔ آپ کی آنکھوں میں بس جاؤں گی۔

دریہ میرے پاس ایسی باتوں کے لئے وقت نہیں ہے، بس آپ چلی جائیں۔ مجھے دیکھنے پر مجبور نہ کریں میں نے دیکھ لیا تو پھر شاید تو کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔

یہی تو میں چاہتی ہوں آپ مجھے دیکھیں میں قدرت کا شاہکار ہوں۔ مجھے جس نے بھی دیکھا ہے وہ میرا ہو کے رہ گیا ہے۔

اب دریہ نے اپنی لمبی انگلیوں والا ہاتھ آگے بڑھایا، وہ آپ سے لپٹ جانا چاہتی تھی۔ حضرت صاحب نے فوراً سر اٹھایا ایک آہ بھری۔ دریہ اسی وقت گر پڑی اور فوت ہوگئی۔

غلام کو اس کے مرنے کی خبر ہوئی وہ بھاگا بھاگا خلیفہ کے پاس گیا۔ اور دریہ کے مر جانے کی اطلاع دی۔

حسن (غلام کا نام) یہ مجھے تم کیا سنا رہے ہو؟ کس کی موت کی اطلاع مجھے دے رہے ہو خلیفہ نے رندھی ہوئی آواز میں غلام سے پوچھا۔

جی حضور! میں سچ کہتا ہوں، حضرت جنید بغدادی نے اسے ایک نظر دیکھا اور شاید وہ ان کی جلالت کو برداشت نہیں کر سکی۔ بس باتیں کرتے کرتے خاموش ہوگئی۔ اور موت نے اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔

کہیں جنید بغدادی (علیہ الرحمہ) نے اسے کوئی طمانچہ تو نہیں مارا، کوئی زہریلی چیز تو نہیں اسے کھلا دی؟ نہیں حضور وہ تو بڑی لہک لہک کے باتیں کر رہی تھی۔ اپنی باتوں اور اداؤں کا جادو جگا رہی تھی، البتہ اس کی باتوں میں کھلی دنیا داری تھی۔ وہ دنیا داری جسے اللہ والے پسند نہیں کرتے۔

خلیفہ کے بدن میں آگ سی لگ گئی، اسی وقت اُٹھا اور حالات وحقائق معلوم کرنے کے لئے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ کے ہاں روانہ ہوا۔ دیکھا کہ دریہ زمین پر پڑی ہے۔ اس کے چہرے پر وہی مسکراہٹیں ہیں۔ جو وہ لے کر تھوڑی دیر پہلے

خلیفہ کے پاس سے آئی تھی۔خلیفہ کی آنکھیں اس کی جدائی میں بھیگی ہوئی تھیں۔

خلیفہ نے عرض کیا: اے شیخ آپ کا حال کیسا ہے؟ آپ نے اسی محبوبہ کو مار ڈالا اور جلا دیا جس کی نگاہ اور مسکراہٹ کتنے ہی لوگوں کو مار سکتی تھی، اور کتنے ہی لوگوں کو جلا سکتی تھی۔

آپ نے فرمایا اے امیر المومنین! کیا آپ کو مومنوں پر ایسی ہی شفقت ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ میری چالیس سالہ ریاضتِ بے خوابی اور نفس کشی کو وہ کنیز برباد کر دیتی۔ یہ آپ کی دریہ چاہتی تھی کہ میرے ان تاروں کو توڑ دے جو بڑی مشکل سے میرے خدا سے ملے تھے۔ لیکن یہ بربادی مجھے پسند نہیں تھی۔ میں نے ان تاروں کو توڑ دیا جن کا تعلق آپ اور دریہ کے درمیان قائم تھا۔ آپ کے نزدیک دریہ مرگئی ہے۔ مگر میرے نزدیک وہ زندہ ہوگئی ہے۔

وہ ایک فقیر کے ہاں غلیظ زندگی میں لتھڑی ہوئی آئی تھی۔ اس فقیر نے پسند نہیں کیا کہ وہ پھر اس طرح کی زندگی گزارے۔ اللہ نے اس کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اور مزید گناہ کرنے سے بچا لیا ہے، جاؤ اسے لے جاؤ اور اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔

خلیفہ ان باتوں سے مطمئن ہوگیا وہ سمجھ رہا تھا کہ آپ واقعتاً اللہ کے پیارے ہیں۔ اور سچے صوفی ہیں۔ اس کے بعد اسے جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرے، بلکہ آپ کے نام اور مقام سے واقف ہوگیا۔ اور آپ کا نام عزت و توقیر سے لیتا تھا۔

دریہ کی لاش خلیفہ کے حکم سے اُٹھائی گئی۔ اور بڑے اعزاز کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ خلیفہ خود اس کے جنازے کے ساتھ گیا۔ اور اس کے فراق میں دردانگیز ایک قصیدہ لکھا جسے وہ اکثر پڑھا کرتا تھا۔ اس نے اس محل کو منہدم کروا دیا جو دریہ کے لئے بنوایا تھا۔ مگر شاید وہ مندر منہدم نہ ہوسکا جو اس نے اپنے دل میں بنا رکھا تھا۔ کیونکہ دریہ کے غم اور اس کی یاد اسے برابر تڑپاتی رہی۔ وہ اس کے غم میں بیمار ہوگیا اور ۲۲ ربیع الآخر ۲۸۹ھ میں وفات پا گیا۔

حضرت جنید بغدادی ۲۱۰ھ میں اس دنیا میں تشریف لائے اور ۲۹۷ھ میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

(بشکریہ ماہنامہ "نور الاسلام" لاہور)

تبصرۂ اویسی غفرلہ

یہاں سے سنّی ہو کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دشمنی و عداوت پر کمربستہ ہیں وہ خصوصیت سے اس نظریہ پر نظر ثانی کریں کہ سیدنا جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سنّیوں کے پیرانِ پیر نے جان ہتھیلی پر رکھ کر عوام کی طعن و تشنیع کی پرواہ کیے بغیر حضرت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا کس طرح دفاع فرمایا، لوگوں نے آپ کو زندیق تک کہا اس کی بھی آپ نے پرواہ نہ کی۔ سنّی برادری پر لازم ہے کہ وہ تاریخی کتابوں کے افسانے پڑھ کر جہنم کا ایندھن نہ بنیں بلکہ اپنے پیرانِ پیر سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کی پیروی کریں۔

آغاز سوالات وجوابات

ہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کے بارے میں عصمت کا دعویٰ نہیں کرتے، عصمت ملائکہ وانبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے جیسا کہ "مرام الکلام" میں اس کی تحقیق کی گئی ہے اس کے باوجود انبیاء علیہم السلام سے بہت سی باتیں جو سہواً یا بطور شریعت صادر ہوئی ہیں انہیں لغزش کہا جاتا ہے مگران کا نام ترکِ افضل رکھنا افضل ہے اور اگر کسی صحابی سے ایسی بات صادر ہو جو ان کے مقام کے لائق نہیں تو یہ بعید از امکان نہیں اور جب صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کے درمیان مشاجرات رونما ہوئے تو ان کی آپس میں جنگیں بھی ہوئیں۔ سخت کلامی بھی ہوئی اور ایسے امور بھی سرزد ہوئے جن میں تامل کرنے والے کو توحش ہوتا ہے۔

لیکن ہمارے اہلسنّت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایسے امور میں حتی الوسع تاویل کی جائے اور جہاں تاویل ممکن نہ ہو وہاں روایت کا ردّ کر دینا واجب ہے اور سکوت اختیار کرنا اور طعن سے گریز کرنا لازم ہے کیونکہ یہ بات قطعی ہے کہ اللہ عزوجل نے ان اکابر سے مغفرت اور بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ آگ ان کو نہیں چھوئے گی اور جو شخص ان پر زبانِ طعن دراز کرے اس کے بارے میں سخت وعید آئی ہے اس لئے تمام صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے حسنِ ظن رکھنا اور ان کا ادب کرنا تمام اہلِ اسلام پر واجب ہے اسی پر ہم اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔

لطیفہ

اکثر لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن اور شکوہ کرتے ہیں اس میں ایک حکمت یہ ہو کہ شاید ان سے کوئی بات ہوگئی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ تا قیامت ان کے لئے اعمالِ صالحہ کا سلسلہ جاری رہے۔

نکتہ

چونکہ شیعہ مرتد ہیں ان کی نیکیاں کہاں۔ سنّی صحابہ میں سے صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کرنے لگے تو ان کی نیکیاں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے جمع ہو رہی ہیں۔

مقدمہ

سوالات سے پہلے چند اہم قواعد سمجھنے ضروری ہیں۔

(۱)...... ابن العربی نے ''عارضۃ الاحوذی'' میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مخالفین نے من گھڑت افسانے گھڑے اور انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کئے وہ سب کے سب غلط ہیں اور بعض احادیث قابلِ اعتبار ہیں لیکن ان کے محامل غلط بیان کئے اور جن لوگوں سے ایسی باتیں منقول ہیں وہ خود گمراہ اور عقیدۂ اہلسنّت سے کوسوں دور تھے اسی لئے ان پر کوئی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(۲)...... قرآن مجید نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بار بار مدح سرائی فرمائی ہے اور مجموعہ احادیث تو شمار سے باہر ہے۔ جو انسان خدا اور رسول جل جلالہٗ، ﷺ کو مانتا ہے وہ ان کے ارشادات کی طرف کان نہیں دھرتا، محض چند تاریخی ڈھکوسلوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مخالف بنتا ہے تو وہ یقین کرے کہ وہ زندہ دوزخی ہے۔

(۳)...... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جتنے اعتراضات ہیں اکثر من گھڑت ہیں، اگر بعض روایات میں کچھ ہے تو ان کی تاویل لازم ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ معظم حضرات کی خطا کو خطا سمجھنا عین خطا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ؎

''خطائے بزرگاں گرفتن خطاست''

سوال نمبر۱

بعض محدثین جن میں مجدالدین شیرازی ''صاحب سفر السعادۃ'' بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ ان کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہوتی۔ اسی طرح امام بخاری رضی اللہ عنہ نے ابنِ ابی ملیکہ کی حدیث پر ''باب ذکر معاویہ'' کا عنوان قائم کیا ہے دوسرے صحابہ کی طرح مناقب یا فضائل کا عنوان نہیں رکھا۔

جواب نمبر۱

اس سے پہلے دو حدیثیں گذر چکی ہیں (۱) مسند احمد کی (۲) سنن ترمذی کی

پس اگر عدم صحت سے مراد عدم ثبوت ہے فلہٰذا یہ قول مردود ہے اور اگر صحت سے صحت مصطلحہ عند المحدثین مراد ہے کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کا دائرہ تنگ ہے احادیثِ صحیحہ کی قلت کی وجہ سے بیشتر مناقب احادیث (حسان) (حسن کی جمع) ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔

جواب نمبر۲

مسند احمد و سنن کی حدیث درجۂ حسن سے کم نہیں اور فن حدیث میں طے ہو چکا ہے کہ حدیث ضعیف پر بھی عمل جائز ہے حدیث حسن کی تو بات ہی کیا ہے۔ علامہ پرہاروی نے فرمایا کہ میں نے کسی معتبر کتاب میں امام مجدالدین ابن الاثیر کا قول دیکھا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں مسند احمد کی حدیث صحیح ہے لیکن اس کتاب کا نام اس وقت میرے ذہن سے اُتر گیا۔

جواب نمبر۳

شیخ مجدالدین ہوں یا کوئی اور محدث کوئی بات فرمائیں تو وہ ان کا اپنے مطالعہ اور معلومات تک محدود ہوگا اصل حقیقت کا انکار نہیں ہو سکے گا، مثلاً امام مالک نے حضرت اویس قرنی کے وجود کا انکار کیا تو وہ ان کے اپنے معلومات تک محدود ہے اس سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے وجود کا انکار نہیں ہوگا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب "ذکر اویس" میں۔

جواب نمبر٤

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے طرز کا جواب یہ ہے یہ ان کا تفنن فی الکلام ہے چنانچہ انہوں نے اسامہ بن زبیر عبداللہ بن سلام جبیر بن مطعم بن عبداللہ (رضی اللہ عنہم) کے اذکارِ جلیلہ ذکرِ فلاں کے عنوان سے ہی ذکر فرمائے ہیں۔

جواب نمبر۵

کسی کا ذکر اس سے محبت کی دلیل ہے۔ حدیث شریف میں ہے "من احب شیئاً اکثر ذکرہ" جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اسے بہت زیادہ یاد کرتا ہے۔ تو ذکر بھی مدح ہے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا "ذکر الانبیاء عبادۃ و ذکر الاولیاء کفارۃ للذنوب" (کنز العمال) انبیاء علیہم السلام کا ذکر عبادت اور اولیاء کرام کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور مشہور ہے تنزل الرحمۃ عند ذکر الصالحین۔ اللہ والوں کے ذکر پر نزولِ رحمت ہوتا ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ کا باب المناقب میں اس کا عنوان ذکر سے کرنا مناقب و فضائل کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے۔

سوال نمبر۲

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اتنے میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، آپ نے ازراہِ کرم میرے کاندھوں کے درمیان مُکّا مار کر فرمایا جاؤ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کو بلا لاؤ۔ میں گیا اور واپس آ کر عرض کی کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

جواب نمبر۱

یہ کلمہ عادتِ عرب کے طور پر ہے مثلاً کہا جاتا ہے" قاتلہ اللّٰہ ما اکرمہٗ ویل امہ وابیہ ما اجودہٗ" اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہوتے، اگر تسلیم کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو رحمت وقربت بنادے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔

(۱) صحیح مسلم میں ایک باب کا عنوان ہے کہ جس شخص کو آنحضرت ﷺ نے لعنت کی ہو یا سخت کلمہ کہا ہو یا بد دعا دی ہو اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو یہ اس کے لئے پاکیزگی اجر اور رحمت ہے۔

(۲) اسی باب میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی یہ حدیث بھی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ میں نے اپنے رب ﷻ سے کیا شرط کر رکھی ہے۔ کہ میں نے دعا کی اے اللہ! میں بشر ہی تو ہوں پس جس شخص کو میں نے لعنت کی ہو یا اسے سخت لفظ کہا ہو تو تُو اس کے لئے اسے زکوٰۃ (پاکیزگی) اور رحمت بنادے۔

(۳) حضرت ابوہریرہ ﷺ کی حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ میں تیرے ہاں سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں تو کبھی اس کے خلاف نہ فرما۔ میں بشر ہی تو ہوں پس جس مسلمان کو میں نے ایذاء دی ہو، گالی دی ہو، لعنت کی ہو، مارا ہو تو پس تو اس کو اس شخص کے لئے رحمت زکوٰۃ اور قربت عطا فرما، یعنی، قیامت میں اس کو اپنا قربِ خاص عطا فرما۔

(۴) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں، اے اللہ! محمد (ﷺ) بھی ایک بشر ہے اسے بھی غصہ آجاتا ہے جس طرح کہ دوسرے انسانوں کو غصہ آجاتا ہے الخ۔

(۵) حضرت انس ﷺ کی حدیث نقل کی ہے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب ﷻ سے ایک شرط کر رکھی ہے۔ میں نے کہا کہ میں ایک بشر ہی ہوں خوش بھی ہوتا ہوں جس طرح اور انسان خوش ہوتے ہیں غصے بھی ہوتا ہوں جس طرح اور انسان غصے ہوتے ہیں۔ پس اپنی امت کے جس شخص پر میں نے بد دعا کی ہو جس کا وہ مستحق نہ ہو تو میری دعا یہ ہے کہ تو اس بد دعا کو اس کے لئے طہارت اور زکوٰۃ اور قربت کا موجب بنادے۔ کہ اس کے ذریعہ تو اسے قیامت تک اپنا قرب عطا فرماتا رہے۔

فائدہ

ان روایات سے ثابت ہوا کہ یہ بد دعا نہیں تھی، بلکہ لطف وکرم کا کلمہ اور حضرت امیر معاویہ ﷺ کے لئے رحمت ہی رحمت ثابت ہوا بلکہ ہزاروں مراتب وکمالات کے حصول کا موجب، چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ جملہ

برائے امیر معاویہ بددعا نہیں بلکہ دعا ہے۔ (تطہیر الجنان)

جب دعا ہے تو اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ہر دعا مستجاب ہوتی ہے اور یقیناً یہ دعا بھی مستجاب ہوئی اور جب واضح ہوگیا کہ یہ کلمہ دعا بن کر نکلا اور پھر وہ اپنے معنے میں نہیں بلکہ اس سے دنیوی منفعتوں سے مالا مال ہونا مراد ہے کیونکہ سیر ہو کر کھانا دنیا کی منفعتوں سے مالا مال ہونا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کا پیٹ بھرا ہوا ہے یعنی مالدار ہے اور پیٹ بھر جانا ایک نعمتِ خداوندی ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کی قبولیت کا یقین ہونا ہم اہلسنّت کے عقیدہ میں شامل ہے۔ تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گویا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیوی منفعتوں سے بھرپور فرمائے۔ چنانچہ یہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعا پاک کا ثمر ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دنیوی منفعتوں سے وافر مال پایا اور ظاہر ہے کہ یہ منفعتیں ان کے لئے رحمت ہی رحمت بنا اور نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی۔ مزید جوابات وتشریح فقیر کی تصنیف ''فضائل امیر معاویہ'' میں پڑھیے۔

سوال نمبر۳

ترمذی نے یوسف بن سعید سے روایت کی ہے کہ جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کرلی تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ نے اہلِ ایمان کا منہ کالا کیا یعنی، کہا اے امیر! مومنوں کا منہ کالا کرنے والے۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے مجھے اس پر ملامت نہ کر کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے بنوامیہ کو اپنے منبر پر بیٹھے دیکھا تو آپ کو ناگواری ہوئی اور اس پر اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ نازل ہوئی یعنی، اے حبیب (ﷺ) ہم نے آپ کو کوثر (جو ایک بہشت کی نہر ہے) عطا کی اور اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۝ وَمَآ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۝ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ۝ نازل ہوئی۔ یعنی اے محبوب ﷺ آپ کے بعد صرف بنوامیہ ایک ہزار مہینے تک حکمران ہوں گے۔

قاسم بن فضل کہتے ہیں کہ ہم نے بنوامیہ کی حکومت کا حساب لگایا تو پورے ہزار مہینے نکلا نہ کم نہ زیادہ۔

امام ابن اثیر الجامع میں فرماتے ہیں کہ ان کی حکومت ۸۳ سال ۴ مہینے رہی۔ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے ٹھیک پورے تیس سال بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور ان کی حکومت ابومسلم خراسانی کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ پس یہ کل مدت ۹۲ سال ہوئی اس میں سے ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت آٹھ سال آٹھ مہینے نکال دیئے جائیں تو پورے ہزار مہینے باقی رہ جاتے ہیں اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ

کاوصال ہواتو آپ تین قبیلوں کوناپسند فرماتے (۱) بنوثقیف (۲) بنوحنیفہ (۳) بنوامیہ۔ (رواہ الترمذی)

جواب

اس سے مقصد مطلقاً بنوامیہ کی مذمت نہیں کیونکہ انہی میں سے حضرت عثمان ﷜ اور خلیفۂ راشد عمر بن عبدالعزیز ﷜ بھی تھے اور یہ دونوں باجماعِ اہلسنت امام ہدایت تھے ۔آنحضرت ﷺ کوجس چیز سے ناگواری تھی وہ تھی جو یزید بن معاویہ، عبداللہ بن زیاد اور اولادِ مروان سے صادر ہوئی یعنی سنت کی مخالفت اور صحابہ کرام اور عترت مطہرہ کوایذا دینا۔

حضرت حسن ﷜ کامقصود یہ تھا کہ امرِ خلافت کا بنوامیہ کی طرف مستقل ہونا نوشتۂ تقدیر اور اہلِ بیت نبوت کے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہتر ہیں۔

سوال نمبر٤

صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص ﷜ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان (﷜) حضرت سعد ﷜ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ ابوتراب (حضرت علی ﷜) کو برا بھلا کہنے میں آپ کوکون سی چیز مانع ہے۔آپ نے فرمایا کہ جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو آنحضرت ﷺ نے ان کے بارے میں فرمائی ہیں میں کبھی ان کی برائی نہیں کرسکتا۔ایک تو یہ ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کوموسیٰ سے تھی (علیہم السلام) مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔'' دوسرے یہ کہ آپ نے خیبر کے دن فرمایا تھا کہ کل میں جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت رکھتا ہوگا اور خدا اور رسول کو اس سے محبت ہے ۔ تیسرے یہ کہ ''جب آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو آپ نے حضرت علی ،حضرت فاطمہ ،حضرت حسنین کریمین (رضی اللہ عنہم) کوبلایا اور کہا کہ اے اللہ عزوجل یہ لوگ میرے اہلِ بیت ہیں۔'' اور کوئی شک نہیں کہ حضرت علی ﷜ کی بدگوئی کرنا کھلی غلطی ہے۔

جواب نمبر۱

شرح مسلم میں ذکرکیا ہے کہ اس کی تاویل لازم ہے یاتو یہ کہ سب سے ان کے اجتہاد کی غلطی اور اپنے اجتہاد کی درستگی کا اظہار مراد ہے۔

جواب نمبر ۲

انہوں نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ حضرت علی ﷜ کی بدگوئی کرتے ہیں اس لئے انہوں نے چاہا کہ حضرت سعد ﷜ کی

زبان سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت کا اظہار کرا کر انہیں اس فعل سے باز رکھیں۔

جواب نمبر۳

اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا بھلا کہنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ سبب مانع دریافت کیا گیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو''ابوتراب'' کی کنیت سے یاد کرنا کوئی طعن نہیں ہے کیونکہ یہ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبوب ترین کنیت تھی، جیسا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ خود بھی اس کنیت کو زیادہ پسند فرماتے اس لئے اس کنیت سے ہی حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ اور سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہما کی صلح کا آغاز کیا تھا، تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''شرح حدیث فدک''

جواب نمبر٤

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول، کاتب وحی الٰہی، صحابی کے بیٹے اور حضور نبی کریم ﷺ کے سالے تھے۔ جیسے تفصیل گذری ہے۔ ہمارے لئے بہتری اسی میں ہے کہ ہم صحابہ کرام کے باہم اختلاف کو ہوا نہ دیں اور ان کے معاملہ کو سپرد خدا کردیں۔

جواب نمبر٥

خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالفین کا کافی زور ہو گیا۔ اور وہ ان کو برائی کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ اس لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو سب وشتم پراکسایا نہیں بلکہ ان سے دریافت کیا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ مَامَنَعَکَ اس پر دال ہے کہ ان کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں کیا ظن ہے اور وہ کس وجہ سے مخالفینِ علی کا ساتھ نہیں دیتے اگر وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جلالتِ مرتبت کا لحاظ رکھتے ہیں پھر تو ٹھیک ہے ورنہ وہ غلطی پر ہیں اور ان کو اس کلمہ سے اجتناب چاہیے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس سوال کا جواب جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے دیا اس سے ان کے مافی الضمیر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علو شان کا پتہ چلتا ہے۔ وہ جواب یہ تھا کہ اے معاویہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی نہ دوں گا کیونکہ میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا کہ وہ تو میرے لئے ایسے ہیں جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے ہارون (علیہ السلام) اور یہ کہ خیبر میں فرمایا کہ میں جھنڈا اسے دوں گا جو اللہ اور رسول کو محبوب ہے۔ اور جب مباہلہ کی آیت اتری تو حضور ﷺ علی و فاطمہ و حسنین کو ساتھ لے گئے۔ (رضی اللہ عنہم)

جواب نمبر٦

سطحی طور پر تو یہ اعتراض بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ عوام میں لفظ سب گالی گلوچ اور بدگوئی کے لئے مستعمل ہو رہا

ہے لیکن اہلِ علم کے نزدیک سرے سے یہ حدیث شریف قابلِ اعتراض نہیں بلکہ غور وفکر سے کام لیا جائے تو اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مدائح ومناقب سننا چاہتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خیرخواہ ہیں۔ مجھے جو جواب دے گا وہ مدح ہی ہوگی۔

جواب نمبر۷

یہ سوال جاہل تو کرسکتے ہیں لیکن اہلِ علم کو زیب نہیں دیتا کیونکہ قرآن وحدیث کے محاورات اور استعمالات کو اگر ہم عوام کے خیال پر صحیح سمجھیں تو پھر دین وایمان کی خیر نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان ھی الافتنتک۔ فتنہ ہمارے عرف میں ایک برا کلمہ ہے لیکن اللہ عزوجل اپنے لئے فرمارہا ہے حالانکہ یہاں پر فتنہ بمعنےٰ آزمائش ہے۔ ایسے ہی "وَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ" ہمارے عرف میں مکر ایک قبیح فعل ہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے لئے فرمایا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں مکر بمعنےٰ خفیہ تدبیر ہے۔ ایسے ہی محاورۂ سبّ قرآنی آیات واحادیث میں مختلف استعمالات رکھتا ہے۔

(۱) کسی کی برائی کرنا کماقال تعالیٰ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۱۰۸)

ترجمہ

تم انہیں برا نہ کہو جن کو یہ مشرکین خدا کے سوا پوجا کرتے ہیں ورنہ یہ خدا کو بے علم بُرا کہیں گے۔

یہاں سبّ کے معنی گالیاں نہیں کیونکہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) فحش گوئی نہیں کیا کرتے تھے بہت مہذب بزرگ تھے یہاں سبّ کے معنی بُرا کہنا ہے۔

(۲) حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حضور دعا کی "فای مسلم لعنۃ اوسبہ فاجعل لہ زکوۃ ورحمۃ"۔ جس مسلمان کو میں لعنت کردوں اور برا کہوں تو اس کے لئے اسے رحمت اور پاکی بنادے۔ یہاں سبّ کے معنی گالی دینا نہیں کیونکہ آقائے دوجہاں ﷺ کی زبانِ مبارک پر کبھی گالی نہ آسکتی تھی بلکہ یہاں سبّ ولعن کے معنی کسی کو برا بھلا کہنا مراد ہے۔

فائدہ

ان محاورات سے معلوم ہوا کہ سبّ بمعنےٰ گالی گلوچ نہیں بلکہ کسی کی کمی اور اس کی غلطی کا اظہار وغیرہ مراد ہوتا ہے یہاں یہ مراد نہیں۔

(۳) کبھی سبّ یوں ہوتی کہ کسی شخص کی سبّ کی جائے کہ اس کے نام کے بجائے اس کی وہ کنیت یا لقب بیان کیا جائے جو علم ولقب وصفت میں سے کم درجہ ہو چنانچہ ملاحظہ ہو۔ بخاری شریف مناقب علی رضی اللہ عنہ میں ہے **هذا فلان امير المدينة يد عو عليا عندالمنبر قال فيقول ماذ اقال يقول له ابو تراب فضحک و اللّٰه ماسما ه الا النبی ﷺ ماکان لهٗ اسم احب اليه منه۔**

یہ فلاں حضرت امیر معاویہ وحضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو برسرِ منبر بُرا کہتا ہے۔ پوچھا وہ کیا کہتا ہے، کہا وہ انہیں ابوتراب کہتا ہے۔ پس حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہنسے اور فرمایا کہ واللہ اس نام سے تو نبی کریم ﷺ نے اُن کو یاد فرمایا ہے اور حضور ﷺ سے ان کا اس سے زیادہ پیارا نام اور کوئی نہ تھا۔

طبری میں بھی بالاسناد انہی ابوحازم علیہ الرحمہ سے اسی مضمون کی روایت ہمارے بیان کردہ معنیٰ کی تائید کرتی ہے۔

(۴) مزید تائید

قيل سهيل بن سعدان امير المدينة يريد ان يبعث اليک تسبّ عليک عند المنبرِ قال کيف قال تقولو ابا تُراب فقال و اللّٰه ماسماه بذلک الا رسول اللّٰه ﷺ و اللّٰه ماکان اسم احب اليه منه .

قول (الاستیعاب، ج ۳ ص ۵۴)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ امیرِ مدینہ آپ کے پاس ایک آدمی بھیجنا چاہتا ہے تاکہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر کے قریب سبّ کہیں۔ انہوں نے فرمایا کیا کہوں؟ کہا،
آپ کہیں "ابوتُراب" پس حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے کہا بخدا اس نام سے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں پکارا ہے۔ خدا کی قسم حضور کا اس سے پیارا نام اور کوئی نہ تھا۔

فائدہ

اہلِ عرب سبّ کے لفظ کو یوں سبّ سمجھتے تھے جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اگر سبّ کیا ہے تو یہی کہ ان کی اعلیٰ کنیت سے ادنیٰ کو لے کر، ورنہ سبّ کے عوامی اور گالی کے مفہوم سے ان اصحابِ رسول کی زبان نہ آلودہ ہوسکتی ہے اور نہ ہوئی یہ صرف ان قدوسیوں کی ذاتِ پاک پر ایک ناپاک افتراء ہے۔ جس کی حقیقت افسانہ سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔

(۵) حضرت سعد کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے کے متعلق نہ کہا بلکہ وجہ پوچھی کہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی غلطی یا خطا بیان کیوں نہیں کرتے اور منشا یہ تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کریں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہنے

والے لوگ سنیں اور آئندہ اس برا کہنے سے باز رہیں۔اس لئے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے اگر برا کہنا مقصود ہوتا تو جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بیزاری ظاہر فرمائی تو خود کوئی نہ کوئی باتیں بنا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کر ڈالتے یا کم از کم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ فضیلتوں سے اظہارِ نفرت فرماتے۔

(۶) پہلے بارہا عرض کیا جا چکا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیے۔اور اس قسم کی روایات میں تاویل کرنا چاہیے اگر آیات واحادیث کے ظاہری معنی ہر جگہ کئے جائیں تو ہزار ہا اعتراضات خود اللہ عزوجل پر اور تمام پیغمبروں پر ایسے وارد ہوتے ہیں کہ مسلمانوں کے ایمان برباد ہو جائیں گے ،مثلاً ہندؤں اور دہریوں نے اللہ ﷻ پر اعتراضات اُٹھائے اور وہ بھی قرآنی آیات کو لے کر (دیکھو ستیارتھ پرکاش) ایسے ہی وہابیوں، دیوبندیوں اور نجدیوں نے رسول اللہ ﷺ اور شیعوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر وہ بھی صرف اپنی بدگمانیوں اور کم علمی کی وجہ سے، ورنہ بے عیب لوگوں میں عیب نکالنا اپنا نقصان کرنا ہے۔

(۷) یہ حدیث تو مجمل ہے اگر صریح الفاظ بھی ہوں تب بھی علمائے اہلسنّت کا فیصلہ ہے کہ ایسے پاکباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مراد کچھ اور ہوگی۔

جیسا کہ شارح مسلم حضرت علامہ امام محی الدین نووی قدس سرہٗ شرح مسلم میں اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال العلماء الاحاديث الواردة اللتی فی ظاهر یا دخل علی صحابی یجب تاویلها قالو اولا یقع فی روایات الثقات الامایمکن تاویله.

علماء کا قول ہے کہ جن احادیث میں بظاہر کسی صحابی پر حرف آتا ہو اس کی تاویل واجب ہے۔اور علماء کہتے ہیں کہ صحیح روایات میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کی تاویل نہ ہو سکے۔

ہم اہلسنّت تو اپنے ائمہ کی تلقین کے مطابق تاویل کے قائل ہیں اور چند تاویلات فقیر نے اوپر عرض کر دی ہیں، اگر شیعہ نہیں مانتے تو ہمارا ان سے کیا واسطہ، ہمارے معروضات تو اپنے اہلسنّت کے لئے ہیں۔

جواب نمبر ۸

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس غلط رویہ کو کیسے اختیار کر سکتے ہیں جب کہ انہوں نے عین لڑائی کے دوران بھی مخالفین (عیسائی) کو سختی سے دبا دیا، جب اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ خلاف اطلاع بھجوائی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

پیار و محبت اور بہتر تعلقات بتاتے ہیں کہ یہ حدیث مؤول ہے ورنہ وہ مضامین جو ہم ان کے باہم محبت اور پیار کے متعلق لکھ چکے ہیں کیا جواب ہوگا۔

جواب نمبر۹

بعض اہلِ علم نے روایتِ مذکورہ کے راویوں پر بھی بحث کر کے حدیث شریف کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اگر یہ روایت غیر صحیح ہو تو بھی استدلال غلط ہے۔

سوال نمبر۰ا

مسندِ امام احمد، ص ۸۷ تا ص ۸۹، ج ا میں بعض روایات بیان ہوئی ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دست و بازو وزیر مشیر اور گورنر تھے کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سبّ و شتم کرتے کراتے۔

جواب

اوّل تو ان روایات میں تعارض ہے پھر ان کے راوی عموماً کمزور ہیں، بعض سوء حفظ میں مبتلا ہیں بعض میں تشیع تھا۔ ایک طریق میں علی بن عاصم سے ملا انہوں نے کئی چیزیں کئی حدیثیں خالد الحذاء سے روایت کی ہیں "فاتیت خالداً فسئالتُ عنها فانکرها کلها." میں خالد کے پاس گیا اور اس سے ان روایات کے متعلق دریافت کیا تو اس نے ان سب کا انکار کر دیا۔

الفلاس علیہ الرحمہ:......فیه ضعیف اس میں ضعف ہے۔

یزید بن ہارون علیہ الرحمہ:......مازلنا العرفة بالکذب ہم ہمیشہ اسے کذّاب ہی جانتے ہیں۔

ابن معین:......لیس بشئ . وہ کچھ بھی نہیں۔

نسائی:......متروک الحدیث اس کی حدیث ترک کردی گئی۔

امام بخاری:...... لیس بالقوی قوی نہیں۔ (میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۴۹۴)

حافظ ابنِ حجر عسقلانی:...... صدورق نحطی ویصروری بالتیشع (تقریب، ص ۳۷۲)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پاک پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سبّ و شتم کرنے کرانے کا جو الزام عائد کیا جاتا تھا وہ محض ایک افتراء سقیم، بہتان عظیم اور افک مبین ہے جس کی کوئی اصل و اساس نہیں ہے یہ ایک افسانہ ہے جسے حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن پاک ہے۔

سوال نمبر۶

امیر معاویہ کے زمانے میں بدعات ظاہر ہوئیں چنانچہ شرح وقایہ میں ہے کہ قسم کا مدعی پر رَدّ کرنا بدعت ہے اور سب سے پہلے اس کے مطابق فیصلہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور سیوطی کہتے ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے خصّی لوگوں کو خادم بنایا اور سب سے پہلے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنایا۔

جواب نمبر۱

وہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے مطابق مجتہد تھے اور خطاء وصواب کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس لئے آپ کے اوپر کوئی اعتراض نہیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کو اہل بیت سے حسنِ سلوک کی وصیّت کی تھی مگر اس نے پوری نہیں کی اور اگر حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) حیات ہوتے تو معاہدے کے مطابق خلافت ان کے سپرد کردیتے جیسا کہ صلح نامہ میں طے ہوا تھا۔ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''طلوع النیرین فی صلح الامیرین''

جواب نمبر۲

حضور نبی پاک ﷺ کا ہر صحابی مستقل مجتہد ہے ان کے اجتہادی مسائل کو بدعت نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی ان کی مذمت کی جائے گی، ہاں اجتہاد مبنی برخطا ہے تو اس پر عمل نہ ہوگا۔ مذکورہ بالا اعتراض اگر صحیح مان لیا جائے تو حضور ﷺ کا کوئی صحابی بھی اس اعتراض سے نہ بچ سکے گا۔ حالانکہ اہلسنّت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور ﷺ کا ہر صحابی عادل ہے۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں

''والصحابۃ کلھم عدول فلایضر الجھل باسمائھم'' (شرح نخبۃ الفکر، ص۱۵۳)

صحابہ تمام عادل ہیں ان میں سے کسی کے نام کا نہ ہونا نقصان نہیں دیتا۔

مولوی ظفر علی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے کہ ''جھالۃ الصحابی لاتضر صحۃ الحدیث فانھم کلھم عدول''

(قواعد علوم الحدیث، ص۱۲۳)

صحابی کے نام کا نہ جاننا صحتِ حدیث کے لئے نقصان دہ نہیں کیونکہ وہ تمام عادل ہیں اور مولوی خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے نقل کیا ہے ''قلت قداجمعت الامۃ ان الصحابۃ کلھم عدول فلا یضر الجھل باعیانھم''

(بذل الجمھور، ص۱/۲۲۴)

میں کہتا ہوں کہ تمام امت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں تو ان کے نام کی جہالت مضر نہیں۔ یہی قاعدہ مندرجہ ذیل علماء اور محدثین نے بھی تحریر فرمایا ہے امام سیوطی، تدریب الراوی، ص۲/۲۱۴۔ امام سخاوی، فتح المغیث، ص۳/۱۰۸۔

امام احمدی، الاحکام، ص ۱۲۸/۲۔ امام اثرم عن الامام احمد تدریب الراوی، ص ۱۹۷/۱۔ امام بخاری عن الحمیدی، تدریب، ص ۱۹۷/۱۔ علامہ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ص ۳۰۰/۱۔ علامہ قسطلانی، ارشاد الساری، ص ۳۱۲/۳۔ نواب صدیق الحسن بھوپالی، الحصول الماحول، ص ۲۳۔ امام بابی مالکی، الاحکام فی فصول الاحکام، ص ۳۰۳۔ ابن تیمیہ مسودہ، ص ۲۶۳، امام غزالی علامہ المستصفی، ص ۱۶۴/۱۔ علامہ تاج الدین سبکی، جمع الجوامع، ص ۱۶۷/۲۔ علامہ امیر بادشاہ حنفی وامام ابن الھمام، تیسر التحریر، ص ۶۴/۳۔

نوٹ

روایتِ حدیث ایک اہم معاملہ ہے اس میں بھی علماء نے ہر صحابی کی روایت قبول کی ہے خواہ معلوم الاسم ہو یا مجہول الاسم، کیونکہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ عادل وثقہ ہے۔

سوال نمبر۷

امیر معاویہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلایا تھا۔

جواب نمبر۱

یہ بہتانِ عظیم ہے اور مؤرخین کی خرافات ہیں جن پر رتی بھر بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ دورِ سابق میں تاریخ یوں مرتب ہوتی جیسے دورِ حاضرہ میں اخبارات بلکہ ان سے تاریخ کا زبوں تر حال تھا کیونکہ ہر دورِ خلافت میں اپنی باتیں لکھوائی گئیں طرفہ یہ کہ بناوٹی راوی بھی بیان کردیئے گئے۔

جواب نمبر۲

زہر خورانی کے متعلق حدیث شریف کی کسی معتبر کتاب میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر تو کیا اشارہ تک نہیں ملتا۔ صحیح بخاری میں نہ مسلم شریف میں نہ سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابنِ ماجہ میں موطاء امام مالک میں اور موطاء امام محمد میں نہ مسند امام اعظم اور نہ ہی مسند امام احمد میں دارمی، بیہقی اور دار قطنی اور طبرانی میں نہ مستدرک حاکم اور ابنِ عساکر میں، ہمارا چیلنج ہے کہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں اس لغو روایت اور بے بنیاد الزام وافتراء کا نام ونشان ہی نہیں ملتا۔ حدیث کے دفترِ بے پایاں میں صحیح اور حسن تو بجائے خود کوئی ضعیف روایت بھی ایسی موجود نہیں جس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اس بہتانِ شدید اور افکِ مبین کا اشارہ تک ہو حدیث کا دل آویز وروح آفرین حسین چہرہ اس قسم کے بدنما داغ اور دھبے سے بالکل پاک وصاف ہے۔ اس الزام کی لغویت کے لئے اتنی حقیقت کافی ہے کہ کسی طبقہ کے کسی محدث نے

بھی اس روایت پر اعتماد کر کے اسے اس قابل نہیں سمجھا کہ اپنی کتاب میں جگہ دے۔ اس حقیقت کے بعد کسی اور بحث کی کوئی ضرورت نہیں۔ تاہم اتمام حجت کے طور پر ہم مزید عرض کرتے ہیں۔

تاریخ

حدیث کے بعد اب ہم تاریخ کی طرف نظر کرتے ہیں۔ گو تاریخ میں ہر قسم کا مواد موجود ہے عموماً مورخین تاریخ وتنقید کی زحمت گوارہ نہیں کرتے وہ رطب ویابس جمع کر دیتے ہیں علامہ ابن جریر جیسا مورخ بھی اپنی تاریخ میں صحیح اور غلط ہر قسم کی روایات جمع کر دیتا ہے مگر اس میں بھی اس الزام کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ اہلسنت مورخین نے اس کو نقل کرنے کے بجائے اس واقعہ کی تردید کی ہے لیکن بحمدہٖ تعالیٰ اہلِ تشیع کے مورخین بھی اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہیں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

تواریخ شیعہ

(۱)......قدیم شیعی مورخ علامہ احمد بن ابی داؤد دینوری (المتوفی ۲۸۱ھ) نے اپنی مشہور کتاب اخبار الطوال میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں مگر نہ صرف اس افسانہ کی طرف اشارہ نہیں کرتے بلکہ وہ تو سرے سے زہر دینے کے واقعہ تک کا انکار کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ ص ۲۳۴،۲۳۵ ''ثم ان الحسن اشتکی بالمدینۃ فثقل'' پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں بیمار ہوئے اور بیماری بڑھ گئی۔

فائدہ

بیمار ہونا اور بیماری کا بڑھ جانا اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ زہر دیا تک نہیں گیا یہ شیعہ مورخ سرے سے زہر دینے دلانے کا قائل تک نظر نہیں آتا ورنہ ان الحسن اشتکی کی بجائے سم الحسن کا ذکر کرتا۔

(۲)......دوسرا مشہور اور مستند شیعہ مورخ یعقوبی ہے وہ اپنی تاریخ میں حضرت حسن کی وفات کا ذکر کرتا ہے اس میں زہر کا ذکر ہے لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بجائے خود تو کسی بھی زہر دینے والے کا نام تک نہیں۔ حضرت حسن نے حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا یااخي ان هذه اخر ثلث مرارٍ سقيت فيها السم ولم اسقه مثل موتي هذا. (ص ۲/۲۲۶)

برادرِ عزیز! میں نے تین مرتبہ زہر پیا ہے جس میں سے یہ آخری دفعہ ہے اور میں نے اس دفعہ کی طرح کبھی نہیں پیا۔

(علی ابن الحسین المسعودی) المتوفی ۳۴۶ھ

(۳)......علی بن الحسین المسعودی (المتوفی ۳۴۶ھ) شیعہ مذہب کے شیوخ وکبار میں سے ایک ہیں۔

علی بن الحسین المسعودی یعدہ الشیعۃ من شیوخِہم و کبارِ ہم. (العور صم ص۲۴۹)

مسعودی کو شیعہ اپنے شیوخ و کبار میں شمار کرتے ہیں۔

وہ مؤرخین میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔

ازالۂ وہم

''مروج الذہب'' بڑی مشہور و معروف کتاب ہے اس میں حضرت حسن ﷛ کی وفات کے سلسلہ میں زہر دینے کا واقعہ مذکور ہے۔ اور اس سلسلہ میں حضرت امیر معاویہ ﷛ کا ذکر بھی آیا ہے مگر جس افسانوی انداز میں آیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ وہ حضرت بن الحسین ﷛ (زین العابدین) کہتے ہیں کہ جب میرے چچا حضرت حسن ﷛ کو زہر پلایا گیا حضرت حسین ﷛ ان کے پاس گئے تو حضرت حسن ﷛ قضائے حاجت کے لئے گئے ہوئے تھے جب لوٹ کر آئے تو فرمایا مجھے کئی دفعہ زہر پلایا گیا ہے لیکن ایسا میں نے کبھی نہیں پیا (اس دفعہ تو) میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آ گیا۔ آپ نے دیکھا کہ میں انہیں اپنے ہاتھ میں لکڑی لے کر اُلٹ پلٹ کر رہا تھا۔ حضرت حسین ﷛ نے دریافت فرمایا برادر بزرگ آپ کو زہر کس نے پلایا ہے؟ فرمایا، اس سے آپ کا کیا مقصد ہے اگر وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ اسے کافی ہے اور اگر وہ کوئی اور ہے تو یہ میں پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ پکڑا جائے اس کے بعد آپ تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے تین دن کے بعد وفات پا گئے۔

فائدہ

جب امام حسین ﷛ کو ہی علم نہیں تو ان لوگوں کو کہاں سے علم ہو گیا۔

سوال نمبر ۸

وذکر ان امرتہ جعد بنت الاشعث ابن قیس الکندی سقۃ السم وقد کان معاویۃ دراليها.

(مروج الذہب، ص۳۸۰/۳۸۱)

اور ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے آپ کو زہر پلایا تھا اور معاویہ ﷛ نے اسے اس کا اشارہ کیا تھا۔

جواب

مسعودی جیسے متعصب مؤرخ کو بھی کوئی مستند روایت اس افسانہ کے متعلق نہ مل سکی اس نے بھی حضرت امام زین

العابدین رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے، اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تو کیا کسی زہر دینے والے کا بھی نام موجود نہیں ہے۔ البتہ جو ٹکڑا اس غالی مؤرخ نے اپنی طرف سے شامل کیا ہے۔ اس میں جعدہ بنت اشعث کے باشارہ حضرت امیر معاویہ کے زہر دینے کا ذکر ضرور ہے۔ مگر وہ بھی **ذُکر** کے لفظ سے اس غالی اور متعصب مؤرخ کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ کسی مضبوط اور محکم انداز میں یہ "افسانہ طرازی" کرتا اس نے اپنے جذبات کی تسکین کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تہمت تراشی کی کوشش تو ضرور کی مگر **ذُکِرَ** کے لفظ سے جو اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ یہ الزام نہایت بودا ہے۔

دعوتِ غور وفکر

روایت کے اعتبار سے بحث مکمل ہوگئی اب عقل سے کام لے کر اس افسانہ پر غور کیجئے۔

(۱) جگر کے ٹکڑوں کا معدہ میں داخل ہو کر قضائے حاجت کے وقت خارج ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ ایسے نظیف الطبع انسان کا ان ٹکڑوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھنا بھی تسلیم کر لیا جائے گا تو بظاہر یہ بات بہت ہی بعید ہے۔

(۲) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا نام بتانے سے صاف انکار کر دینا مگر یار لوگوں کو اس کا پتہ چل جانا اک تماشہ ہے۔ جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(۳) حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے یہ حقیقت بھی مبرہن اور بے نقاب ہوگئی کہ خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی زہر دینے والے کا کوئی قطعی علم و یقین نہیں صرف وہم و گمان ہے ظن و تخمین ہے جیسا کہ **اَظُنُّہٗ** کے لفظ سے ظاہر ہے اور یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ظن اور گمان پر شرعاً کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

(۴) اگر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زہر دینے دلانے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قطعاً کوئی دخل نہیں، اگر زہر دیا گیا اور دلایا گیا تو اور کوئی زہر دینے دلانے والا ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں ہو سکتے کیونکہ حضرت حسن اپنے بھائی کے استفسار پر فرما رہے ہیں کہ "**فان کان الذی اظنہ فاللہ حسیب وان کان غیرہٗ فما احب ان یوخذ بی بری**" اگر وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ اسے کافی ہے اور اگر وہ کوئی اور ہے تو میں پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ مارا جائے۔

اس ارشاد سے واضح ہے کہ جس شخص کے متعلق حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا گمان ہے وہ اور چاہے جو ہو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں ہو سکتے کیونکہ انہیں کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ اخذ و مواخذہ کا سوال ان کے متعلق پیدا ہی نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو ملک کے حاکم اعلیٰ اور خلیفہ ہیں، مسندِ اقتدار پر متمکن ہیں انہیں یا ان کے کسی کام پر مقرر کردہ شخص کو کون پکڑ سکتا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

کے بیان سے یہ حقیقت کھل گئی کہ ان کے گمان میں (نہ کہ صحیح علم میں) جو شخص زہر دینے والا تھا وہ کوئی معمولی آدمی تھا جسے پکڑا اور قانون کے شکنجے میں جکڑا جاسکتا تھا۔ جبھی تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ مجھے پسند نہیں کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ پکڑا جائے بہر حال اس افسانوی روایت کا عقلی حیثیت سے جب تجزیہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ

(ا) خود حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے کا کوئی علم نہیں ہے یقینی طور پر کسی کا نام نہیں لیتے۔

(۲) کسی کے متعلق ان کا صرف گمان ہے مگر نام بتانے سے آپ نے قطعی طور پر انکار فرمادیا۔

(۳) اور کوئی ذریعہ ایسا نہیں جس سے زہر دینے والے کا پتہ چل سکے۔ گویا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے ساتھ اس ظن وگمان کا بھی خاتمہ ہوگیا جو کسی کے متعلق ہوسکتا تھا اب کسی کے متعلق علم اور یقین تو کجا وہم گمان بھی نہیں ہوسکتا۔ مگر تعصب اور بغض وعداوت (عن للصحابہ) کا مظاہرہ ملاحظہ ہو کر ''مروج الذہب'' کا شہرہ آفاق مؤلف جعدہ بنت الاشعث کو زہر دینے کا مرتکب ٹھہراتا ہے مگر ذکر کے لفظ سے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زہر دلوانا الزام تراشی اور بہتان ہے جسے شیعہ مؤرخین نے بھی تسلیم نہیں کیا اب سنی مؤرخین کے حوالے ملاحظہ ہوں۔

طبقاتِ ابنِ سعد

محمد ابنِ سعد (المتوفی ۲۳۰ھ) مشہور محدث ہیں۔ شبلی نعمانی نے ''سیرۃ النبی حصہ اول'' مقدمہ میں لکھا ہے کہ ابنِ سعد نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کے حالات میں ایسی جامع اور مفصل کتاب لکھی کہ آج تک اس کا جواب نہ ہوسکا۔ ''اصح السیر'' ص ۱۴ میں ہے، واقدی متروک ہیں مگر ان کے ایک شاگرد محمد بن سعد علیہ الرحمہ ہیں ان کی مشہور اور بہت مقبول کتاب ''طبقات ابن سعد'' ہے، صحابہ کے حالات میں اس سے پہلے اتنی بڑی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

اس قدیم ترین اور مستند ترین کتاب میں ابنِ سعد رضی اللہ عنہ نے بھی اس سلسلہ میں ایک روایت لکھی ہے ملاحظہ ہو۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں

قال ابنِ سعد اخبر نا اسمٰعیل بن ابراھیم اخبر نا ابنِ عَوف عن عمیر بن اسحاق دخلت انا وصاحب علی فقالت لقد لفظت طائفۃ من کبدی وانی قَد سقیت السَّم مراراً فلم اسق مثل ھٰذا فاتاہُ الحسین بن علی ضالہ من سقاک؟ فابی ان یخبرہٗ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ

یعنی ابن سعد نے کہا کہ ہمیں اسمٰعیل بن ابراہیم نے خبر دی انہیں ابن عوف نے بتلایا کہ عمیر بن اسحاق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اور میرے ایک دوست حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، فرمایا میرے جگر کے ٹکڑے گر

چکے ہیں اور میں نے کئی دفعہ زہر پیا ہے لیکن اس دفعہ جیسا زہر میں نے کبھی نہیں پیا۔ اس کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور پوچھا آپ کو زہر کس نے پلایا؟ پس آپ نے انہیں بتانے سے صاف انکار کر دیا (رحمہ اللہ تعالیٰ)۔

استیعاب

اصحابِ رسول کے حالات میں علامہ ابو عمر ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ) کی تالیف استیعاب مستند ترین کتاب ہے اس میں بھی اس واقعہ سے متعلق انہی عمیر بن اسحاق سے بالاسناد ایک روایت ہے۔

قال کنا عند الحسن بن علی فدخل المخرج شعر فخرج فقال لقد سقیت السم مراء اوما سقیت مثل هذا المرة ولقد لفظت طائفة من کبدی فرأیتنی اقبلها بعود معی فقال له الحسین ای اخی من سقاک ؟ قال وما تُریـد الیه اتریدان تقتله قال نعم ، قال فان کان الذّی اظنّ فاللّٰه اشد نقمته ولئن کان غیره فما احب ان یقتل بی بری.

یہ روایت اور ابن سعد کی روایت ایک ہی ہے مگر دونوں میں فرق ہے۔ (۱) ابنِ سعد کی روایت میں عمیر بن اسحاق وغیرہ کے سامنے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بیت الخلاء جانے کا ذکر نہیں ہے، مگر استیعاب کی روایت میں ہے۔ (۲) لکڑی کے ساتھ جگر کے ٹکڑوں کو الٹ پلٹ کرنے کا حکم بھی ابنِ سعد کی روایت میں نہیں ہے۔ (۳) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سوال کرنے پر ابنِ سعد کی روایت میں فـابـی کا لفظ ہے اور استیعاب کی روایت میں ہے کہ فرمایا "اور آپ کیا چاہتے ہیں کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسے قتل کر دیں۔"

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں۔ فرمایا "اگر وہی ہے جس کے متعلق میرا خیال ہے تو اللہ عزوجل بہتر بدلہ لینے والا ہے اور اگر میرا گمان غلط ہے تو کوئی اور ہے تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ قتل کیا جائے۔"

ذکرِ حسین میں استیعاب میں ابنِ ابی خثیمہ وغیرہ سے ایک اور روایت نقل کی گئی ہے۔

وذکر ابو زیـد عـمـر بـن شبـه وابـو بـکر بن ابی خثیمه قال موسیٰ بن اسمٰعیل قال ابو هلال عن قتـادةقال دخل الحسین علی الحسن رحمة اللّٰه تعالیٰ فقال یااخی انی سقیت السم ثلاث مراء لم اسق مثل هذا لمر ة انی لاضـع کـبـدی فقال الحسین من سقاکـ یااخی؟ قال ماسوائک عن هذا اترید عن تقاتلهم؟ اکلهم الی اللّٰه .

اس میں اور پہلی روایت میں فرق ہے، خاص طور پر روایت کے آخری حصہ میں! پہلی روایت میں تھا اتـریـد ان تقتلة

(کیا تو چاہتا ہے کہ اسے قتل کردے) اوراس روایت میں ہے اتريد ان تقتلهم (کیا تو چاہتا ہے کہ اس سے لڑے) پھر پہلی روایت میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے شبہ اور گمان کا ذکر ہے۔اوراس میں ہے اکلهم الى الله یعنی، میں انہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔

نتیجه

اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ واقعہ ایک ہے مگراس کے متعلق تینوں روایات میں اختلاف واضطراب ہے۔کوئی ایک روایت بھی تو دوسری سے نہیں ملتی، ہرروایت دوسری روایت سے مختلف ہے۔کیااس اختلاف واضطراب کے بعد بھی ان روایات پراعتماد کیا جاسکتا ہے بالخصوص ان کے راوی بھی قابلِ اعتماد نہیں۔

سوال نمبر۹

علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے حضرت حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) ان کی عیادت (طبع پُرسی) کے لئے تشریف لائے بیٹھے تو آپ کے سامنے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے۔

(۱)......بدخواہوں کے سامنے میرا اظہارِ بہادری اس لئے ہے کہ میں زمانہ کے حوادث کے آگے جھکنے والا نہیں ہوں۔

(۲)......جب موت اپنے پنجے گاڑ دیتی ہے تو تم تعویذ کو کارگر نہ پاؤ گے۔

جواب نمبر۱

یہ روایت صحیح نہیں اگر ہو تو اس میں کہاں لکھا ہے کہ اس سے مراد حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔بلکہ قرائن بتاتے ہیں اس سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حاسدین مراد ہیں۔اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو اپنا خیرخواہ سمجھ کر یہ اشعار سنائے ،اس لئے امام حسن رضی اللہ عنہ تو ان سے صلح کرچکے تھے۔

جواب نمبر۲

بدگمانی سے کام لینا گناہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ '' (پارہ۲۶،سورۃ الحجرات،ایت۱۲)

بے شک بعض گمان سے کام لینا گناہ ہے اور یہ بدگمانی درایۃً بھی غلط ہے اس لئے کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بغض وعداوت تھی تو پھر طبع پُرسی کے لئے کیوں آئے نیز ممکن ہے کہ یہ اشعار خوارج وغیرہ کے لئے پڑھے ہوں۔جب کہ خوارج حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بھی دشمن تھے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو خوش کرتے ہوئے کہا ہو کہ میں آپ کے دشمنوں اوراپنے دشمنوں کے آگے جھکنے والا نہیں ہوں وغیرہ وغیرہ۔

سوال نمبر ۱۰

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے وصال پر خوش ہوئے چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ وفات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے دن حضرت ابن عباس، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے اہل بیت میں ایک بڑا سانحہ ہوا ہے ابنِ عباس نے فرمایا مجھے علم نہیں لیکن میں آپ کو اس سے خوش دیکھتا ہوں۔

جواب

مورخین حاطب اللیل ہیں (رطب ویابس جمع کرتے ہیں ان کا کوئی) اعتبار نہیں اگر روایتِ مذکورہ تسلیم کرلیں تو ان کا خوش ہونا ممکن ہے کسی اور وجہ سے ہو۔

پہلے بھی بارہا عرض کیا گیا ہے کہ مؤرخین کی باتیں ایسی ہی ہیں جیسے آج کل کے اخبارات کے بیانات، علاوہ ازیں بد گمانی سے بھی مسائل ثابت نہیں ہوتے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خوشی کو دلیل بنانا جہالت ہے اس لئے انسان کے اندرونی حالات وہ خود جانتا ہے تو ممکن ہے ان کی خوشی کسی ذاتی معاملہ سے ہو جو اس وقت ان کے ذہن میں آیا ہو۔

سوال نمبر ۱۱

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے لئے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ (رواہ مسلم)

جواب

اہلسنّت کا اجماع ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی اور امام برحق پر چڑھائی کی لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ جنگ اجتہادی تھی جو صحابہ کے لئے معاف ہے، حضرت علامہ علی قاری علیہ الرحمہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی یوں تاویل کرتے تھے کہ ہمارا گروہ تو خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنے والا ہے (باغی بھی طلب کرنے والا) اگر چہ یہ جواب صحیح نہیں لیکن ہم اصل حقیقت کو واضح کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ لفظ باغی کیا ہے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

لفظ باغی کے جوابات

مخالفین لفظِ باغی سے دھوکہ کھاتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں، یہ قاعدہ مُسلّم ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حقیقی باغی نہیں مانا بلکہ آپ نے انہیں بحیثیت مجتہد کے اپنا بالمقابل مانا ہے اگر انہیں حقیقی باغی سمجھتے تو ان سے کبھی صلح نہ کرتے اور ان دونوں بزرگوں نے آخر میں صلح کرلی۔ (بنایہ نہایہ) اور صلح کے علاوہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بھی بیان فرمائے۔ جیسے پہلے فقیر نے چندروایات نقل کی ہیں۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقی باغی ہوتے تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کی تعریف نہ کرتے اور نہ ہی فضائل بیان کرتے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی صلح بلکہ مستقل خلیفہ مان کر ان کی بیعت کرنا تو شیعہ کو بھی مُسلَّم ہے۔ اگر واقعی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقی باغی ہوتے تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ہرگز ان کی بیعت نہ کرتے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ودیگر صحابہ کرام واہلبیت (رضی اللہ عنہم) بھی شامل تھے اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقی باغی ہوتے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جیسے یزید خبیث کی بیعت سے کھلم کھلا نہ صرف انکار بلکہ خونریز جنگ لڑ کر شہید ہوئے۔ یزید کے دور میں تو اکیلے خود مجتہد تھے یہاں تو دوسرے اکابرِ اہلبیت کے علاوہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔

ثابت ہوا کہ حدیث شریف میں لفظ باغی سے مراد حقیقی باغی نہیں بلکہ لفظ باغی سے اس کا لغوی معنی مراد ہے یعنی مطالبہ کرنے والا اور وہ صحیح ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کیا اور اس میں ان کی کیا تخصیص ہے اس مطالبہ میں اور بھی اکابرِ صحابہ اور اُم المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی شریک ہیں۔ اور ان کا یہ مطالبہ اجتہادی خطاء تھی اور مجتہد اگرچہ خطاء کرے تب بھی اجر وثواب کا مستحق ہے۔

سوال نمبر۱۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیوان میں قاضی میذی نے گمان کیا ہے کہ ابتر سے مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کی تائید میں وہ حدیث ذکر کی جو سورۂ کوثر کے نزول کا سبب ہے۔

جواب نمبر۱

صحیح سند سے ثابت ہے کہ یہ دیوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف شیعہ کا منسوب کردہ ہے۔

جواب نمبر۲

یہ کہاں ضروری ہے کہ شعر کا مطلب کوئی شارح مراد لے وہی حق ہو پھر شارح کی مراد دوسروں پر حجت کہاں۔

جواب نمبر۳

خلیفۂ وقت بطور تعزیر کسی کو سب وشتم کرے تو جائز ہے لیکن دوسروں کو جائز نہیں۔

جواب نمبر٤

اکابر کے مابین جب طعن بالسنان (تلوار سے حملہ) ہوا تو پھر طعن باللسان ہوا بھی تو کوئی حرج نہیں یہ وقتی تھا لیکن پھر بھی

دوسروں کو جائز نہیں کیونکہ دو بھائی اگر ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں تو دوسروں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بھی انہیں بُرا بھلا کہیں۔
اس سے کئی اعتراضات کا جواب واضح ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر۱۳

زمخشری نے کشاف میں حضرت عبدالرحمٰن بن حسان رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ۔

"الابلغ معاویه بن حرب امیر الظالمینا کلامی"

خبردار حضرت امیر معاویہ بن حرب کو یہ میری گفتگو پہنچا دو کہ تو ظالموں کا امیر ہے۔

جواب نمبر۱

یہ شعر موضوع من گھڑت ہے۔

جواب نمبر۲

زمخشری (معتزلی) غیر معتبر آدمی ہے بہت سی من گھڑت روایات نقل کرنے میں اسے کوئی باک نہیں مثلاً اس نے اپنی تفسیر کشاف میں روایتِ ذیل نقل کی جو بالکل من گھڑت اور نا قابلِ اعتبار ہے۔
ان میں سے ایک یہ ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں عبدالرحمٰن ابن عبد سے روایت کی ہے (وہ کلام طویل ہے) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم نے کعبہ کے سایہ میں بیٹھ کر یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے جو امام پر حملہ کرے اسے قتل کر دو۔ عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کہ یہ تیرے چچازاد معاویہ ہیں، جو ہمیں ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے اور ناحق قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ عبداللہ کچھ دیر خاموش ہو کر بولے کہ اللہ کی اطاعت میں اس کی اطاعت کرو اور معاصی میں ان سے بچو۔

فائدہ

دراصل اس کا مقصد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس اجتہادی خطا کا اظہار تھا جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے اور اس پر پیسہ خرچ کرنے کی صورت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطا ہوئی تھی۔ زمخشری کا معتزلی ہونا اور اس کی تفسیر کا غیر معتبر ہونا سب کو مُسلّم ہے پھر یہ کہاں کا اصول ہے کہ دلیل میں بدمذہب کا حوالہ پیش کیا جائے۔ بالخصوص اس کی اس کتاب کا جو متفقہ طور پر غیر معتبر ہو۔

سوال نمبر ١٤

کئی لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ محدث جلیل ابوعبدالرحمٰن احمد نسائی سے اہلِ شام نے سوال کیا کہ ہمیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی کوئی حدیث سنائیے۔انہوں نے کہا ''لااشبع اللّٰہ بطنہ'' (اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے) کے سوا مجھے اس کے بارے میں کوئی حدیث یاد نہیں۔ایک اور حدیث میں ہے کہ ''کیا معاویہ اس پر راضی ہے کہ وہ برابر چھوٹ جائیں۔'' باقی روایاتِ فضیلت ڈھونگ ہیں۔اس پر اہلِ شام نے ان کو خوب مارا یہاں تک کہ اسی سے بیمار ہو کر فوت ہوئے۔

جواب

اہلِ شام کا مقصد تھا کہ امام نسائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت کی کوئی حدیث سنائیں۔امام نسائی اہلِ شام کے سوءِ ادب سے ناراض ہوئے یہ بات تو ان کی اچھی تھی،لیکن جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امام نسائی نے توہین کی تو اہلِ شام نے آپ کو مارا اور یہ امام نسائی کی خطا ہے،علاوہ ازیں ہر محدث اپنی شرائط پر روایتِ احادیث کرتا ہے اور ممکن ہے کہ امام نسائی کے ہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف وہی حدیث صحیح ہو اور آپ نے نقل کی ہو تو اس سے آپ کی مراد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہو جیسا کہ ہم نے اس روایت سے ان کی فضیلت ثابت کی۔لیکن اہلِ شام نے اسے غلط سمجھا،یا پھر انہوں نے اپنی ضد کی وجہ سے کہ اس محدث نے ہمارے کہنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فضیلت کیوں نہ دی تو ان کا مارنا اہلِ شام کی جہالت کی وجہ سے تھا۔اور جہلاء کے افعال قابلِ استدلال نہیں ہوتے۔

تعارف امام نسائی

آپ خراسان کے ایک مشہور شہر نسا میں پیدا ہوئے۔آپ کا اسم گرامی احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار ہے جن کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے۔پیدائش میں اختلاف ہے لیکن ان کے اپنے قول اور حافظ ابنِ حجر کے فرمان کے مطابق ۲۱۵ھ بنتی ہے۔آپ ۲۳۵ھ میں قتیبہ بن سعید کے پاس علم حدیث حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔آپ کے اساتذہ میں سے حضرت قتیبہ ابنِ سعید،حضرت محمد ابنِ بشار ابوداؤد اور ابنِ ریحان ابن اشعث کے نام سرِ فہرست ہیں۔اور آپ سے روایت کرنے والے ابوالقاسم طبرانی،ابوجعفر طحاوی اور حافظ ابوبکر احمد بن اسحاق السّنی مشاہیر محدثین میں شمار کئے جاتے ہیں۔مذہب شافعی اور سنت کی پابندی آپ کا خصوصی امتیاز تھا۔آپ متعدد کتب کے مصنف ہیں۔قاضی وحافظ تھے آپ نے اتنے لوگوں سے سنا جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا۔آپ کا شمار مسلمانوں کے جلیل القدر اماموں میں ہوتا ہے،آپ

ہمیشہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے تھے، اس کے باوجود کہ چار بیویاں اور متعدد لونڈیاں پاس تھیں۔ گوشت آپ کی پسندیدہ غذا تھی، آپ کے لئے بڑے موٹے موٹے مرغ خرید کیے جاتے تھے۔ چہرے پر ملاحت اور خون کی سرخی ان کے بدن پر نمایاں تھی اسی وجہ سے، ایک طالب علم نے ان پر نبیذ پینے کا الزام لگایا جب اُن سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا نبیذ حرام ہے۔ آپ کے زمانہ میں خراسان، عراق، مصر، حجاز، جزائر وغیرہ میں عرفان واتقان اور حدیث کے فن میں کوئی مقابل نہیں۔ بعض لوگ ان کو اس لئے بُرا کہتے ہیں کہ انہوں نے ''کتاب الخصائص'' میں فضائل حضرت علی رضی اللہ عنہ لکھے دیگر صحابہ کی سیرت سے اجتناب کیا جب ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ دمشق میں لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منحرف تھے اس لئے ان کی ہدایت کے لئے یہ کتاب تحریر کی۔ ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ حارث سے کسی وجہ سے رنج ہو گیا تھا اعلانیہ اس کی مجلس میں نہیں جاسکتے تھے، مکان کے کونے میں چھپ کر حدیث سنتے تھے تاکہ حارث ابن سکین دیکھ نہ سکیں صرف ان کی آواز سنتے تھے اسی وجہ سے اب روایت کرتے وقت حدثنا یا اخبرنا کا لفظ نہیں بولتے۔ سننِ کبریٰ کی تصنیف سے جب فارغ ہوئے تو رملہ کے امیر نے پوچھا کیا یہ سب احادیث صحیح ہیں تو آپ نے جواب دیا نہیں۔ تو پھر امیر کہتا ہے کہ صحیح احادیث جمع کرو، تو ان کے کہنے پر صحیح مختصر میں جس کو مجتبےٰ بھی کہتے ہیں، جمع کیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ بخاری و مسلم کے درجہ پر نسائی فائز نہیں لیکن اس کے باوجود حافظ ذہبی کے قول کے مطابق صحاح میں ان کو تیسرا مقام حاصل ہے۔ کتاب کی عظمت وجلالت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اسے گیارہ سو سال سے کتب صحاح ستہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ متعلم پڑھتے وقت ان کے حسنِ کلام پر ششدر وحیران رہ جاتا ہے۔ (سب سے پہلے عربی حاشیہ پاک وہند کے نامور عالم ومحدث مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ نے لکھا) آپ کتاب الخصائص تصنیف کرنے کے بعد چاہتے ہیں کہ اس کو دمشق کی جامع مسجد میں سنا دیں، چنانچہ خود امام نسائی اس کتاب کو لے کر کوفہ کی جامع مسجد میں جاتے ہیں۔ بیان شروع کرتے ہیں تھوڑا سا بیان کیا ہی تھا کہ ایک شخص کھڑا ہو کر بولتا ہے، کہ تم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے۔ اس وقت آپ پر شیعہ ہونے کا الزام لگا کر خوارج لاتوں سے مارنا شروع کرتے ہیں۔ زدوکوب کیا جاتا ہے، ضربیں بغلیں اور پسلیوں پر لگتی ہیں بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں، نیم جان حالت میں آپ کہتے ہیں کہ مجھے مکۃ المکرمہ لے چلو یا راستے میں مرجاؤں گا یا مکہ مکرمہ میں ہی مروں، چنانچہ آپ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا جاتا ہے۔ ۱۳ صفر المظفر ۳۰۳ھ یا ۱۳ شعبان کو رملہ جو ملک فلسطین میں ہے وصال ہو جاتا ہے۔ وہاں سے آپ کا جنازہ مکہ مکرمہ پہنچایا جاتا ہے۔ صفا ومروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔

سوال نمبر ۱۵

بہت سی احادیثِ صحیحہ وحسن میں ان لوگوں کے بارے میں شدید وعید آئی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھیں یا آپ سے لڑائی لڑیں۔

جواب نمبر۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے توان حضرات نے بھی لڑائی کی جن کے متعلق جنت کی بشارت قطعی ہے مثلاً بی بی عائشہ وطلحہ وزبیر (رضی اللہ عنہم اجمعین) اس سے ضروری ہوا کہ احادیثِ وعید کو غیر صحابہ پر محمول کرنا واجب ہے۔

جواب نمبر۲

یہ احادیث وعید ان لوگوں کے لئے ہیں جو متعصب ہوں اور مجتہد نہ ہوں اور غیر صحابہ ہوں جیسے حروریہ (خوارج) لازماً ان وعیدوں کو ان لوگوں پر محمول کیا جائے۔ آج بھی ہم یہی کہتے ہیں کہ جسے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت ہے وہ جہنمی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ودیگر اکابرِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے مخالفت کرنا ازراہ بغض وعداوت نہ تھا بلکہ شرعی حیثیت سے ایک حق اور جائز مطالبہ تھا۔ یہ ایسے ہے جیسے سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جائز اور اپنے حق کا مطالبہ کیا، ان کی موجودگی میں کسی اور سے نکاح نہ کریں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نکاح پر مُصر ہوئے تو بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا ناراض ہوئیں۔ بلکہ بقول ملّا باقر علی مجلسی دو صاحبزادوں کو لے کر حضور ﷺ کے گھر چلی گئیں۔ (جلاء العیون)

سوال نمبر۱۶

حدیث شریف ''خلافت تیس سال ہوگی (پھر ملوکیت) بھی۔'' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے موجب اعتراض ہے چنانچہ، حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً مروی ہے کہ خلافت تیس سال ہوگی۔ پھر سلطنت ہوگی۔ حضرت سفینہ فرماتے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دس سال، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارہ سال اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی چھ سال گن لو یہ پورے تیس سال ہوئے۔ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی)

فائدہ

احمد وترمذی وابو یعلیٰ وابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ، خلافت میرے بعد میری امت میں تیس سال ہوگی اس کے بعد سلطنت (حکومت) ہوگی۔

امام بخاری نے تاریخ میں اور حاکم ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور سلطنت شام میں۔

جواب

تیس سال کے بعد "خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" کی نفی مراد ہے اس لئے کہ بارہ خلفاء کی حدیث صحیح ہے۔یعنی تیس سال وہ خلافت کاملہ رہے گی جس میں سُنّت کی مخالفت کا شائبہ تک نہ ہوگا اور وہ بلا تخلل وانقطاع جاری رہے گی پھر خلل کا وقوع شروع ہوجائے گا۔

ہمیں اعتراف ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عالم و متقی عادل تھے لیکن خلفاء اربعہ کے علم وورع وعدل سے کم۔ یہ ایسے ہے جیسے اولیاء کرام کے درجات میں تفاوت ہوتا ہے بلکہ ملائکہ کرام میں بھی یہ تفاوت موجود ہے۔اور انبیاء کرام کے درجات کا تفاوت تو نص قطعی سے ثابت ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت اجماع صحابہ اور بعد تسلیم امام حسن رضی اللہ عنہ سے اگرچہ صحیح اور درست ہے لیکن ان خلفاء سابقہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر نہ تھی کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان مباحات کو وسعت دی جن سے خلفاء سابقہ کو احتراز تھا لیکن ہم تو یوں عقیدہ رکھیں "حسنات الابرار سیأت المقربین" اور ممکن ہے ان کا مباحات کا توسیع ابنائے زمانہ کے قصور ہمت کی وجہ سے ہو اگرچہ وہ چیز ان میں نہ تھی جیسا کہ گذرا اور خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا عبادات و معاملات میں رجحان ظاہر ہے۔

سوال نمبر۱۷

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم ﷺ کے کاتب ضرور تھے لیکن کاتب وحی نہ تھے؟

جواب نمبر۱

حضور سرور عالم ﷺ کی معمولی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ذی قدر و اعلیٰ منزلت کی حامل ہے، جیسا کہ سورۃ العادیات کی ابتدائی آیات سے ظاہر ہے اور آپ کا کاتب ہونا تو عظیم عہدہ ہے، حکومت کے صدر یا وزیر اعظم کا پرائیویٹ سیکرٹری کی کتنی اونچی شان سمجھی جاتی ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو شہنشاہ کونین ﷺ کے کاتب ہیں کوئی ان کی عزت واحترام سے دل کو محروم رکھتا ہے تو اس جیسا محروم القسمۃ کون ہوگا۔

جواب نمبر۲

بعض محدثین کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہ صرف کاتب تھے بلکہ کاتب الوحی بھی تھے۔ چنانچہ امام احمد بن محمد قسطلانی علیہ الرحمہ نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

"معاویہ بن ابی سفیان صخر ولد حرب کاتب الوحی لرسول اللہ ﷺ۔"

نوٹ

اس کے علاوہ مزید حوالے فقیر کی تصنیف ''فضائل معاویہ'' میں پڑھئے۔

جواب نمبر۳

کوئی کاتب الوحی نہیں مانتا، لیکن اسے مطلق کاتب الرسول (ﷺ) سے انکار نہیں ہوسکتا اور یہ عہدہ بھی عزت ووقار کے اعتبار سے کوئی معمولی عہدہ نہیں۔ کسی مملکت کے سربراہ کے پرائیویٹ سیکرٹری کو دیکھ لیجئے کہ اسے عوام وخواص کتنا عزت واحترام سے دیکھتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شہ کونین ﷺ کے پرائیویٹ سیکرٹری (کاتب خاص) ہیں انہیں گالی دینا ان سے بغض وعداوت اور دشمنی کرنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ اگر کوئی نہیں سمجھتا تو پھر وہ خود کو جہنم کے داخلے کے لئے تیار رکھے۔



وما علینا الا البلاغ المبین

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الکریم الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

۲۶ ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

بروز جمعۃ المبارک قبل اذان الجمعہ

بہاول پور۔ پاکستان

☆☆☆☆☆